رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۶۴

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولئک ھم المفلحون

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

تمام خط و کتابت بنام منیجر

رسالہ تشحیذ الاذہان قادیان

مرتبہ

قاضی محمد ظہور الدین اکمل

قیمت بہر حال پیشگی

جلد ۱۶ | بابت ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۲۱ء ❊ مطابق صفر المظفر سنہ ۱۳۴۰ھ | نمبر ۱۰

فہرست مضامین

۱- پیشگوئیوں کے اصول ۱ - ۱۲ اکمل

۲- نبی کی پہچان کے لئے دو معیار صداقت ۱۳ - ۱۶ اکمل

۳- مسٹر جے ڈانیل کی ایک عرض پر توحید پرست احمدی کا فرض ۱۷ - ۲۸ اکمل

۴- مسیح کے رفع سے مراد۔ نبی کے لئے امی ہونا شاعر نہ ہونا شرط نہیں ۲۹ - ۳۰ اکمل

۵- مجدد الف ثانی کا مذہب ختم نبوت کے بارے میں ۳۱ - ۳۳ اکمل

۶- اہل حدیث سے ایک سوال مرویات صحابہ مسیح موعود ۳۴ سید محمد اسحٰق

۷- سلسلہ کا لٹریچر ۳۶ - ۳۷ اکمل

قیمت سالانہ عوام سے عہ؍ غیر ممالک سے ۸؍ طلباء سے عہ؍

باہتمام شیخ عبد الرحمن قادیانی پرنٹر ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپا۔ اور چودھری عبد السلام پبلشر نے شائع کیا۔

بقایاداران تشحیذ کے نام وی پی

حساب کرنے سے معلوم ہوا کہ سوا دو سو اصحاب ایسے ہیں جن کی طرف سے تا حال سنہ ۱۹۲۱ء کی قیمت تشحیذ وصول نہیں ہوئی بعض ایسے بھی ہیں جن سے ابھی تک سنہ ۱۹۲۰ء کا چندہ بھی نہیں پہنچا۔ حالانکہ ہم برابر ماہوار بلاناغہ عمدہ سے عمدہ مضامین کے ساتھ رسالہ ان کے نام بھجوا رہے ہیں اس سے پہلے ماہ فروری اور جون میں وی پی ہو چکے ہیں۔ جو انکاری واپس آئے اب اکثر کے نام سہ بارہ بعض کے نام دوبارہ بعض کے نام پہلی بارہ نومبر کا تشحیذ وی پی ہوگا۔ بہتر ہے کہ اس سے پہلے ہی قیمت بذریعہ منی آرڈر بھیجدیں اس طرح پر ۳ر کا زائد خرچ نہ پڑیگا اور ہمیں بھی سہولت رہیگی۔ ورنہ نومبر کا تشحیذ جو وی پی آئیگا وصول فرماکر شکریہ حاصل کریں۔ رسالہ کی امداد نہیں ہو سکتی تو کم از کم وی پی انکاری کر کے اسے نقصان نہ پہنچایا جائے ؛

(ص ۱۵)

پندرہ روپے روزانہ

تیل کی ایسی سخت گرانی میں خالص ناریل کے تیل سے ایک روپے میں چار سیر صابون بنانا ہم سے سیکھ لو۔ فیس پانچ روپے اسکے علاوہ کم محنت منافع زیادہ والی دستکاریاں سیکھنا چاہتے ہو تو منیجر رسالہ دستکاری دہلی کو ایک آنہ (۱ر) کا ٹکٹ بھیجکر دستکاری جنتری طلب کرو۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

تشحیذ الاذہان

بابت ماہِ اکتوبر سنہ ۱۹۲۱ء

پیشگوئیوں کے اُصول

پیشگوئیوں میں اخفا کا پہلو ضروری ہے

انبیاء اور رسول۔ کل مامورانِ الٰہی خدا پر سچا ایمان پیدا کرنے کے لئے آتے ہیں۔ پیشگوئیاں ایمان پیدا کرنے کا ذریعہ ہیں۔ ایمان کے لئے شرط ہے کہ بالغیب ہو اس لئے ضرور ہے کہ پیشگوئی میں بعض امور ایسے ہوں جن کو انسان مجاہدہ اور سعی سے سمجھے ؛

محکم اور متشابہ

سنت اللہ کے مطابق یہ ضروری ہے کہ پیشگوئیوں میں ایک حصہ محکم ہو ایک متشابہ جیسا کہ وہ اپنی آیات (یہ لفظ احکام اور نشانات دونو کو شامل ہے) کے متعلق فرماتا ہے ؛

هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ؕ فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَآءَ تَاْوِيْلِهٖ ۚ وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ ۘ وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۚ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ (آل عمران ع۱) یعنی خدا کے کلام میں ایک حصہ محکم ہوتا ہے ایک متشابہ۔ جن کے دلوں میں کجی ہوتی ہے وہ تو متشابہ کو مقدم کر کے فتنہ ڈالتے ہیں اور اپنی خواہش کے مطابق باتیں بناتے ہیں۔ اور جو پختہ کار ایماندار ہیں ان کا یہ طرز عمل ہے

کہ وہ دونوں حصوں پر ایمان لاتے ہیں متشابہ کو محکم کے تابع کر لیتے ہیں +
سو اگر پیشگوئیوں کے متعلق یہی روش مومنانہ اختیار کی جائے تو کوئی اعتراض نہیں رہتا +

پیشگوئیوں کی غرض

ہر بات کی کوئی نہ کوئی غرض ہوتی ہے دیکھنا یہ ہے کہ وہ غرض پوری ہوتی ہے یا نہیں۔ جب اصل غرض پوری ہو جائے تو پھر یہ سوال بیفائدہ ہے کہ پیشگوئی پوری ہوئی یا نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ رسول مومنوں کو بشارت دینے اور منکروں کو ڈرانے کے لئے آتے ہیں۔ پھر ارشاد ہوتا ہے وَمَا نُرْسِلُ بِالْاٰيٰتِ اِلَّا تَخْوِيْفًا۔ ہم نشان صرف ڈرانے کے لئے بھیجتے ہیں۔ پس چونکہ کسی کی تباہی و ہلاکت کی پیشگوئی اس لئے کی جاتی ہے کہ وہ اپنے انجام بد سے ڈر کر اصلاح کر لے۔ اسلئے اگر وہ ڈر جائے اور اصلاح کیطرف مائل ہو۔ تو ضرور ہے کہ وہ عذاب جسکی پیشگوئی کی گئی ہے ٹل جائے کیونکہ غرض پوری ہو گئی۔ اس صورت میں یہ نہیں کہا جائیگا کہ پیشگوئی جھوٹی نکلی +

بعض پیشگوئیوں کی حقیقت کا علم انبیاء کو بھی نہیں ہوتا

پیشگوئیاں خدا تعالےٰ کے کلام پر مبنی ہوتی ہیں جیسے خدا کی ذات بے پایاں۔ ایسے ہی اس کا کلام۔ ضروری نہیں کہ اس کے کلام کی حقیقت کو انسان ضعیف البنیان ضرور پہنچ جائے۔ ملائکہ عرض کرتے ہیں:۔ سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا۔ اور خود خداوند ارض و سماء فرماتا ہے لَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ۔ اس کے علم کا احاطہ نہیں کر سکتے مگر جس قدر وہ ذات باری خود چاہے یہی وجہ ہے کہ انبیاء بعض اوقات پیشگوئیوں کا مفہوم سمجھنے میں اجتہادی غلطی کھا جاتے ہیں مثالیں عرض کرتا ہوں +

حضرت نوحؑ پر ایک پیشگوئی کی حقیقت مشتبہ رہی

حضرت نوحؑ کو وحی ہوتی ہے حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ قُلْنَا احْمِلْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَاَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ وَمَنْ اٰمَنَ (ہود ع ۴) جب طوفان آیا تو ہم نے فرمایا ہر چیز کے دو دو جوڑے کشتی میں اٹھا لو۔ اور اپنے اہل کو بھی چڑھا لو سوائے انکے جنپر غرق کا حکم لگ چکا ہے اور انہیں بھی سوار کر لو جو ایمان لا چکے ہیں +
دیکھئے کیسا صاف حکم ہے مگر حضرت نوح پر اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ کی حقیقت

مشتبہ رہی۔ اور اپنے بیٹے کو غرق ہوتے دیکھ کر نہ رہ سکے اور جناب باری میں عرض کیا۔ وَنَادٰی نُوْحٌ رَّبَّهٗ فَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابْنِیْ مِنْ اَهْلِیْ وَاِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَاَنْتَ اَحْكَمُ الْحٰكِمِیْنَ نوح اپنے رب کی جناب میں پکارا۔ کہ میرا بیٹا میرے اہل میں سے ہے اور تیرا وعدہ سچا ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت نوح اپنے اجتہاد کے مطابق وعدۂ الٰہی میں تخلف دیکھ رہے ہیں اس لئے خاموش نہ رہ سکے اور پکار اُٹھے کہ اِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ مگر جواب ملتا ہے یٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَیْسَ مِنْ اَهْلِكَ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ۔ اے نوح وہ تیرے اہل سے نہیں کیونکہ وہ صالح نہیں۔ گویا حضرت نوح جسمانی اولاد کو بچانے کا وعدہ سمجھے اور خدا نے پیشگوئی کی جو حقیقت واضح کی اس سے معلوم ہُوا کہ رُوحانی اعتبار سے بھی بیٹا ہونا ضروری تھا۔ اگر حضرت نوح پر یہ حقیقت پیشگوئی کی پہلے سے کھلی ہوتی تو وہ باوجود وَلَا تُخَاطِبْنِیْ فِی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ (اور مجھے ظالموں کے بارے میں کچھ نہ کہیو سُنیو وہ ضرور غرق ہونگے) کے ہرگز یہ جسارت نہ کرتے کہ جناب الٰہی کے حضور میں وعدہ دُہراتے۔ اللہ تعالیٰ نے جو الفاظ فرمائے ان سے ظاہر ہے کہ اس بیٹے کے بارے میں عرض کرنا بڑے قصور کی بات تھی چنانچہ فرمایا اِنِّیْ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِیْنَ (میں تجھے نصیحت کرتا ہوں کہ تو جاہلوں سے نہ بن) لیکن اجتہادی غلطی ہوگئی۔ جب ایک اولوالعزم نبی غلطی کھا سکتا ہے تو دوسرے کسی نبی سے اگر پیشگوئی کے الفاظ سمجھنے یا سمجھانے میں غلطی ہو جائے تو نبیوں کے ماننے والی جماعت کے لئے قابل اعتراض بات نہیں +

حضرت یونسؑ یہ نہ جان سکے کہ وعدۂ الٰہی میں شرط مخفی تھی

دوسری مثال حضرت یونس کی ہے۔ وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَیْهِ (پارہ ۱۷ ع ۶) یہ غضب ناک ہوکر قوم سے چلے جانے کی وجہ کیا تھی۔ یہی جو سب مفسرین اور مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے اپنی تفسیر القرآن صفحہ ۲۰۴ پر لکھی ہے۔ رُوِیَ اَنَّ یُوْنُسَ وَعَدَهُمُ الْعَذَابَ وَغَابَ عَنْهُمْ۔ یونس علیہ السلام نے ان سے عذاب کا وعدہ کیا۔ جب وقت قریب آیا۔ تو آپ ان سے غائب ہو گئے۔ لیکن جب معلوم ہُوا کہ عذاب اس قوم پر نہیں آیا تو بھاگ نکلے۔ اِذْ اَبَقَ اِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ (صفت ع ۴) ایک کشتی پر سوار ہوئے۔ فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِیْنَ قرعہ ڈالا گیا تو آپ ہی کا نام نکلا اور دریا میں گرا دیئے گئے۔ انکو گمان تھا کہ خدا تعالیٰ انہیں

کسی تنگی اور آزمایش میں نہیں ڈالے گا وہ اپنے خیال کے مطابق غضب ناک تھے لیکن بعد میں معلوم ہُوا کہ انکی اپنی ہی غلطی تھی۔ وجہ یہ کہ عذاب سُنکر انکی قوم رجوع بحق ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ نے عذاب کا وعدہ ٹال دیا۔ حضرت یونس یہ وعدۂ عذاب قطعی سمجھے بیٹھے تھے اور یقین تھا کہ اس میں قطعی تخلّف نہو گا۔ لیکن مخفی شرط نکل آئی جس سے قوم نے فائدہ اُٹھایا۔ اور وہ ذلت کا عذاب اس دُنیا سے ہٹا لیا گیا۔ فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ آمَنَتْ فَنَفَعَهَا إِيمَانُهَا إِلَّا قَوْمَ يُونُسَ لَمَّا آمَنُوا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنَاهُمْ إِلَىٰ حِينٍ ۝ (یونس ع ۱۰) اب دیکھئے ایک نبی بڑے دعویٰ سے پیشگوئی کرتا ہے مگر اسکی مخفی شرط پر اطلاع نہیں۔ اور اس کے خلاف پر اشتباہ کیسا۔ یقین ہے۔ جبھی تو اپنے آپ کو ایسی نازک پوزیشن میں سمجھتا ہے کہ قوم کو مُنہ دکھانے کے قابل نہیں سمجھتا۔ لیکن بالآخر خدا کے فعل نے ثابت کیا کہ نبی کا اپنا اجتہاد غلط تھا ؛

ایک پیشگوئی کا وقت ظہور سمجھنے میں غلطی

تیسری مثال اس رؤیا میں ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (یہ مسلّم ہے کہ انبیاء کی رؤیا وحی کے حکم میں ہے) نے دیکھی کہ آپ مسجد الحرام میں مع ساتھیوں کے عمرہ کرنے داخل ہوئے۔ آپ سینکڑوں صحابہ کو ساتھ لیکر روانہ ہوئے[1]۔ ظاہر ہے کہ اسقدر لمبی مسافت کی مشقت برداشت نہیں کیجا سکتی جب تک یہ گمان غالب نہو کہ پیشگوئی کے ظہور کا یہی وقت ہے مگر علم الٰہی میں وہ وقت مقدر نہ تھا بے نیل مرام واپس لوٹنا پڑا۔ اسوقت صحابہ رضی اللہ عنہم کی جو حالت تھی وہ اس روایت سے ظاہر ہے۔ قال رسول اللہ لاصحابہ قوموا فانحروا ثم احلقوا قال فواللہ ما قام منھم رجل حتی قال ذلک ثلث مرات رسول اللہ نے اپنے صحابہ سے فرمایا۔ اُٹھو اور قربانی کرو پھر سر منڈوالو۔ راوی کہتا ہے کہ کوئی شخص نہ اُٹھا حالانکہ آپ نے تین بار فرمایا (صحیح البخاری کتاب الشروط)

[1] حافظ ابن کثیر کہتے ہیں رسول اللہ نے خواب میں یہ دیکھا تھا کہ آپ مکّے میں داخل ہوئے اور بیت اللہ کا طواف کیا سو آپ نے اصحاب کو اسکی خبر دی اور آپ مدینہ منورہ میں گئے پھر حدیبیہ کے سال صحابہ چلے تو انمیں سے ایک جماعت نے بھی اسبات میں شک نہ کیا کہ اس خواب کی تعبیر اسی سال میں واقع ہوگی پھر جب واقعہ ہُوا جو کچھ واقع ہُوا۔ صلح کا قضیہ اور اس سال پھرے اس شرط پر کہ آیندہ سال میں پھر آئیں تو اسبات سے بعض صحابہ کے جی میں کچھ واقع ہُوا۔ یہاں تک کہ حضرت عمر نے اس بارے میں سوال کیا۔ (ترجمان القرآن ص ۳۵۲)

پس فرمایا اوام سلمہ کیا حال ہے لوگوں کا عرض کیا یا رسول اللہ مقرر انکو داخل ہوئی ہے وہ شے جو آپ نے دیکھی یعنی اس سب

صحابہ جو حضور کے ادنےٰ سے اشارے پر جان قربان کر دینا سعادت دارین کا موجب سمجھتے تھے انکی یہ حالت ہو جانا کہ رسول کریم تین بار اپنی زبان مبارک سے حکم دیتے ہیں اور انکے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی۔ انکی قلبی کیفیت ظاہر کر رہا ہے کہ وہ اس پیشگوئی کا کیا مطلب سمجھے تھے اور ان اپنے سمجھے ہوئے معنوں پر کس قدر انکو یقین تھا کہ اسکے خلاف نہ دیکھ سکتے تھے جبھی تو حضرت عمر معترض ہوئے۔ اسی سال کا وعدہ نہ تھا یہ صحیح ہے مگر یہ تو فرمائیے کہ اہتمام سفر کس بناء پر تھا۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ کا اجتہاد اسوقت یہ نہ تھا جو عملی رنگ میں ظاہر ہوا +

پیشگوئی کے حقیقی معنی غلط نکلے اور مجازی صحیح

پھر ایک اور روایت ہے جو عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری و مسند امام احمد بن حنبل جلد ۶ میں بھی ہے۔ حدثنا موسیٰ بن اسمٰعیل حدثنا ابو عوانۃ عن فراس عن الشعبی عن مروق عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان بعض ازواج النبی قلن للنبی ﷺ ایّنا اسرع بک لحوقا قال اطولکن یدًا فاخذوا قصبۃ یذرعونھا فکانت سودۃ اطولھن یدًا فعلمنا بعد انما کانت طول یدھا الصدقۃ وکانت اسرعنا لحوقًا بہ زینب وکانت تحب الصدقۃ (بخاری باب وجوب الزکاۃ)

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ نبی کریم کی بعض بیبیوں نے حضور سے پوچھا کہ ہم میں سے کون سب سے پہلے آپکو وفات کے بعد ملیگی۔ حضور نے فرمایا کہ جس کے ہاتھ سب سے لمبے ہیں۔ اسی وقت بیبیوں نے ایک سرکنڈا لیا اور اس سے ہاتھ ناپنے لگیں۔ بی بی سودہ لمبے ہاتھوں والی نکلیں مگر بعد میں معلوم ہوا کہ طول ید سے مراد سخاوت تھی۔ اور بی بی زینب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد سب سے پہلے فوت ہوئیں کیونکہ وہ خیرات بہت کیا کرتی تھیں +

حضور کی زبان وحی ترجمان پر اطولکن یدًا کے الفاظ جاری ہوئے۔ حضور کے سامنے ازواج مطہرات نے اپنے فہم کے مطابق جو معنے اسکے سمجھے اور جس کا حضور نے انکار نہ فرمایا وہ غلط نکلے اور پیشگوئی کے پورا ہونیکے بعد معلوم ہوا کہ صحیح معنے دوسرے تھے پس ہو سکتا ہے کہ ایک پیشگوئی کے جو معنے سمجھے جائیں حتیٰ کہ خود نبی سمجھے وہ غلط نکلیں اور پیشگوئی کے پورا ہونے پر اصل حقیقت کا انکشاف ہو +

کبھی مخاطب یا متکلم سے مراد اس کا جانشین ہوتا ہے

پھر پیشگوئی میں یہ بات بھی ہے کہ جسے

مخاطب کیا جائے یا جو اعلان کرے کہ میرے ہاتھ پر یہ واقعہ ہوگا وہ اسکے جانشین یا اولاد کے ہاتھ پر ہوتا ہے مثال کے لئے ملاحظہ ہو نعیم بن حماد کی کتاب کا باب الفتن +

ان اللہ تعالیٰ وعدنی فارس ثم الرّوم نساءھم وابناءھم۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے فارس کا وعدہ کیا پھر روم کا پھر انکی عورتوں اور اولاد کا +

کنز العمال جلد ۶ میں آتا ہے ان اللہ تعالیٰ اعطانی فارس ونساءھم وسلاحھم واموالھم واعطانی الروم ونساءھم وابناءھم وسلاحھم واموالھم وامدّنی بخمسین۔ اللہ نے مجھے فارس دیا۔ فارس والونکی عورتیں انکے ہتھیاروں کے اموال۔ اور روم دیا۔ روم والوں کی عورتیں انکے بیٹے انکے ہتھیار انکے اموال۔

پیشگوئی کے وقوع کا یقین تو یہاں تک ہے کہ اعطانی ماضی کا صیغہ استعمال ہوتا ہے مگر یہ سب کچھ خلفاء کے ہاتھوں پر ہوا نہ کہ حضور کے دست مبارک پر۔

پھر ملاحظہ ہو وہ روایت جو ابن ماجہ اور مسند احمد حنبل میں ہے۔ اللہ اکبر اعطیت مفاتیح فارس[1] مفاتیح الشام واللہ انی لابصر قصورھا الحمر من مکانی ھذا اللہ اکبر اعطیت مفاتیح فارس (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۹۴) مجھے شام کے خزانے دیئے گئے ہیں اور میں یہیں اسکے سُرخ محل دیکھ رہا ہوں مجھے فارس کے خزانے دیئے گئے ہیں۔

لیکن یہ سب کچھ جانشینوں کے عہد میں ہوا ثابت ہوا کہ مخاطب یا متکلم سے مُراد جانشین بھی ہوا کرتا ہے۔ اور قرآن مجید میں تو یہ محاورہ عام ہے +

پیشگوئیاں خدائی صفات کے ماتحت

یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ پیشگوئیاں خدا کی طرف سے ہوتی ہیں۔ قالوا لولا انزل علیہ آیۃ (کفار کہتے ہیں کوئی نشان اسپر کیوں نہیں اُترتا۔ جواب دیا جاتا ہے) انما الآیٰت عند اللہ۔ نشان خدا کے پاس ہیں اسی کے قبضہ اختیار میں ہیں۔ وہ غالب علیٰ امرہ (اپنے حکم کو بھی بدل دینے پر قادر ہے کوئی مجبور یا محکوم نہیں۔ اگر وہ کسی کی سزا کا حکم نافذ کرتا ہے تو اس شخص یا گروہ کے تائب و رجوع ہونے پر اسے بدل بھی سکتا ہے اسی واسطے فرمایا۔ ان ربک لذو مغفرۃ (تیرا رب بڑی بخشش

[1] یہ روایت مفصل کتاب الغزوات جزو ۵ صفحہ ۲۷۸ میں دیکھئے۔ فتح الباری میں بھی ہے +

کا مالک ہے) اور ارشاد کیا قال عذابی اصیب بہ من اشاء ورحمتی وسعت کل شئ (اپنا عذاب جسے چاہوں پہنچاؤں اور میری رحمت ہر چیز پر حاوی ہے۔ اور اسی بناء پر لا یرد القضاء الا الدّعاء اور الصدقۃ تطفی غضب الربّ حدیث میں آیا ہے یعنی دعا قضاء کو بدلا دیتی ہے اور صدقہ مولیٰ کے غضب کی آگ کو بجھا دیتا ہے + پس اللہ تعالیٰ کی تمام صفات کام کرینگی۔ اور پیشگوئیاں منسوخ بھی ہونگی بدلی بھی جائینگی +

قرآن مجید میں فرماتا ہے:۔

پیشگوئیوں کا محو و اثبات ہوتا رہتا ہے

مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰیَۃٍ اَوْ نُنْسِہَا نَاْتِ بِخَیْرٍ مِّنْہَا اَوْ مِثْلِہَا اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (البقرہ ع ۱۳) کوئی نشان ہم منسوخ نہیں کرتے بدلا نہیں دیتے یا تاخیر میں نہیں ڈال دیتے ترک نہیں کرتے۔ مگر اس سے بہتر یا اسکی مثل لاتے ہیں اور کیا تو نہیں جانتا کہ خدا تعالیٰ اپنی ہر ایک چاہی ہوئی بات پر قادر ہے۔ کمال قدرت کا ثبوت ہی یہی ہے کہ جس نشان کو چاہے بدل دے مٹا دے۔ پھر اس سے بہتر یا اسکی مثل لائے +

اسکی حقیقت نہ سمجھتے ہوئے اکثر نادان اعتراض کرتے ہیں اور نشانات لانیوالے ماموروں کو مفتری کہنے لگ جاتے ہیں +

وَاِذَا بَدَّلْنَا اٰیَۃً مَّکَانَ اٰیَۃٍ وَّاللّٰہُ اَعْلَمُ بِمَا یُنَزِّلُ قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مُفْتَرٍ بَلْ اَکْثَرُہُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ۔ (پارہ ۱۴۔ النحل ع ۱۳/۱۹) جب ایک نشان کے بدلے میں دوسرا نشان بدل دیتے ہیں اور اللہ اسکی حکمت خوب جانتا ہے جو وہ اُتارتا ہے تو کہتے ہیں کہ تو مفتری ہے حالانکہ اصل بات یہ ہے وہ حقیقت حال کا علم نہیں رکھتے + پس اسبات کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ بعض نشانات کو منسوخ یا تبدیل یا بالکل محو کر دینے پر قادر ہے وَمَا کَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ یَّاْتِیَ بِاٰیَۃٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰہِ لِکُلِّ اَجَلٍ کِتَابٌ یَمْحُوا اللّٰہُ مَا یَشَآءُ وَیُثْبِتُ وَعِنْدَہٗ اُمُّ الْکِتٰبِ (پارہ ۱۳ ع ۱۲) رسول کا نشان لانے میں کوئی اختیار نہیں اللہ ہی کے اذن سے سب کچھ ہوتا ہے ہر وقت موعود کے لئے ایک تحریر ہے جو حصہ چاہے محو کر دے اور جتنا حصہ چاہے برقرار رکھے۔ اسی کے پاس اُم الکتاب ہے۔ یہ محو و اثبات۔ تنسیخ و تبدیل کئی

وجوہ سے ہوتے ہیں +

غرض پوری نہ ہونے پر میعاد میں اضافہ

مثلاً جس غرض کے لئے پیشگوئی کی گئی ہے وہ پوری نہیں ہوئی تو میعاد بڑھ جائیگی جیسے حضرت موسیٰ کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:- وَاعَدْنَا مُوْسٰی ثَلٰثِیْنَ لَیْلَةً وَّاَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِیْقَاتُ رَبِّهٖۤ اَرْبَعِیْنَ لَیْلَةً (الاعراف ع ۱۶)

موسیٰ سے تیس ۳۰ راتوں کا وعدہ تھا پھر ہم نے دس اور سے اسے کامل کیا اور تیرے رب کی میعاد چالیس ۴۰ راتیں پوری ہوئی +

اب تیس ۳۰ کی بجائے چالیس دن کر دینے کو خلاف وعدہ نہیں کہینگے۔ اگر کوئی بادشاہ کسی ملاقاتی کو ایک گھنٹہ وقت دے اور پھر ڈیڑھ گھنٹہ کر دے تو یہ مزید انعام خلاف وعدہ نہیں۔ اسی طرح کسی سے ایک سو روپے کا وعدہ ہے اب انعام دینے والا خوش ہو کر ایک سو کی بجائے کئی سو کا مالیتی مکان دیدے تو یہ نہیں کہینگے کہ اس نے خلاف وعدہ کیا۔ روپوں کی بجائے مکان دیا +

انذاری پیشگوئی میں تھوڑے سے رجوع سے عذاب ٹل جاتا ہے

اسی طرح عذاب کا وعدہ ہے۔ اگر وہ قوم تھوڑا سا رجوع بھی کرے تو عذاب ٹل جائے گا۔ دیکھئے حضرت موسیٰ نے حسب حکم الٰہی فرعونیوں کو عذاب کا وعدہ دیا۔ لیکن ان کے تھوڑے سے رجوع سے وہ عذاب ٹل جاتا رہا +

وَاَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ وَقَالُوْا یٰۤاَیُّهَ السّٰحِرُ ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ اِنَّنَا لَمُهْتَدُوْنَ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِذَا هُمْ یَنْكُثُوْنَ (پارہ ۲۵ ع ۱۱)

ہم نے فرعونیوں کو عذاب سے پکڑا تا وہ رجوع بحق کریں۔ فرعونیوں نے کہا اے ساحر (یہ حضرت موسیٰ نبی اللہ سے کہہ رہے ہیں) اپنے رب سے ہمارے لئے دعا کر حسب معاہدہ تا ہم خلاصی پائیں پھر جب ہم نے ان سے عذاب ہٹایا تو وہ فوراً عہد شکن ہو گئے +

غور کیجئے۔ عذاب آگیا ہے لیکن محض اتنے سے رجوع سے کہ حضرت موسیٰ سے کہتے ہیں اپنے رب سے دعا کیجئے وہ عذاب ہٹا لیا جاتا ہے بحالیکہ نبی و رسول یا ایک بزرگ مومن تو کجا خدا کے رسول کو ساحر کا خطاب دے رہے ہیں۔ کہاں ہیں وہ لوگ جو کہا کرتے ہیں۔ آنحضرت یا سلطان محمدؐ کے بارے میں کہ عذاب سے بچنے کے لئے ایمان لانا شرط ہے کیا نبی کو ساحر کہنا ایمان ہے؟ یا من وجہ

دشنام دہی ہے لیکن باوجود اسکے تھوڑے سے رجوع سے فائدہ اُٹھالیا +

یہی حال ہے وعدوں کا۔ حالات کے متغیر ہونے سے وعدہ بدل جاتا ہے۔ مثلاً

وعدہ الٰہی میں تغیر کی پہلی مثال

یٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِیْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ۔ اے قوم داخل ہو جاؤ اس ارض مقدسہ میں جو تمہارے لئے لکھی جا چکی ہے گویا یہ قطعی فیصلہ ہے کہ یہ ارض مقدسہ بنی اسرائیل کے لئے لکھی جا چکی ہے۔ تقدیر کا نوشتہ ہے جو مٹ نہیں سکتا لیکن جب اس قوم سے تمرّد ظاہر ہُوا اور انھوں نے کہا کہ اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَا اَبَدًا مَّا دَامُوْا فِیْهَا فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا اِنَّا هٰهُنَا قَاعِدُوْنَ (ہم اس سرزمین میں کبھی نہ جائینگے جب تک وہ سرکش لوگ اس میں ہیں تم اور تمہارا رب جا کر لڑو۔ ہم تو یہیں بیٹھے ہیں) تو حکم ہوتا ہے فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَیْهِمْ اَرْبَعِیْنَ سَنَةً یَتِیْهُوْنَ فِی الْاَرْضِ فَلَا تَاْسَ عَلَی الْقَوْمِ الْفَاسِقِیْنَ کہ جاؤ چالیس سال کے لئے وہ سرزمین انپر حرام۔ جنگل میں سرگردان پھرتے رہیں۔ اور ایسے نافرمانوں پر کچھ افسوس نہ کھاؤ +

كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ اور مُحَرَّمَةٌ عَلَیْهِمْ میں صریح تضاد و تناقض ہے۔ مگر حالات کے تغیر نے وعدہ الٰہی میں تبدیلی کرادی +

وعدہ الٰہی بدلنے کی دوسری مثال

دوسری مثال ملاحظہ ہو۔ کافر جناب ختمی مآب حضرت محمد رسول اللہ کو چیلنج کرتے ہیں اور کس جرأت سے کہتے ہیں اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَیْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ (پارہ ۹ ع ۱۸) اے اللہ اگر یہ محمد برحق رسول ہے اور قرآن مجید تیری طرف سے ہے اور ہم انکار کرتے ہیں تو ہم پر آسمان سے پتھر برسایا اور کوئی درد دینے والا عذاب بھیج۔ تو انہیں جواب ملتا ہے کہ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِیُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِیْهِمْ ۚ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ یَسْتَغْفِرُوْنَ۔ کہ اللہ ان کافروں کو عذاب نہیں دیگا جب تک تو اے (محمد رسول اللہ) انمیں موجود ہے اور اللہ ان کو عذاب نہیں دینے والا اس حال میں کہ وہ استغفار کر رہے ہیں[1]۔ کافروں کی جرأت بھی دیکھئے۔ جو آج ہم نے اپنے مسیحا کے سب سے

[1] حنفیوں کا آرگن الفقیہ امرتسر مطبوعہ ۲۰۔ اگست میں صفحہ ۵ پر لکھا ہے کہ "بہ سبب عناد کے کفار مکہ نے تو یہ دعا کی۔ اللھم ان کان ھذا ھو الحق من عندك فامطر علینا حجارۃ من السماء او ائتنا بعذاب الیم یعنی اے اللہ تعالیٰ اگر یہ قرآن برحق ہے اور تیری طرف سے ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا۔ یا دکھ دہندہ عذاب بھیج تو انکے جواب میں اللہ نے نازل فرمایا۔ وما کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم یعنی اللہ عذاب نہ کریگا تجھ

بڑے کافروں بھی نہیں دیکھی کیونکہ وہ ایک ہزار روپیہ نقد لیکر بھی اپنے لئے یہ دُعا نہیں کرتا۔ اور پھر الٰہی وعدہ بھی ملاحظہ ہو کہ جب تک اے محمدؐ رسول اللہ تو انمیں موجود ہے عذاب نہیں آئے گا۔ لیکن عذاب آیا اور محمدؐ رسول اللہ کی موجودگی میں آیا۔ پہلا عذاب تو دخان قحط شدید کا ہے +

فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُّبِينٍ يَّغْشَى النَّاسَ هٰذَا عَذَابٌ أَلِيمٌ۔ (پارہ ۲۵ ع ۱۴) اور انتظار کر اس روز کا کہ ایک اٹل عذاب دخان کی صورت میں ظاہر ہو جو ان لوگوں پر چھا جائے۔ اے لو یہ وہ دکھ دینے والا عذاب ہے اسکے متعلق اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتا۔

ترجمان القرآن ملاحظہ ہو +

مسروق کہتے ہیں پھر ہم حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو ہم نے اُن سے اس کا ذکر کیا اس حال میں کہ وہ لیٹے ہوئے تھے تو وہ گھبرا گئے پھر اُٹھ بیٹھے اور کہا کہ اللہ عزوجل نے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا ہے۔ قُلْ مَا أَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِينَ۔ بیشک علم سے ہے یہ بات کہ آدمی جس شے کو نہیں جانتا ہے تو اس کے واسطے کہے اللہ اعلم یعنی میں نہیں جانتا ہوں اللہ خوب جانتا ہے۔ میں ابھی تم سے اس کا قصہ بیان کرتا ہوں جبکہ قریش نے اسلام سے دیر کی۔ اور رسول اللہ صلعم پر سرکش ہوئے تو آپ نے انپر بد دُعا کی۔ سالہائے قحط کی مثل سالہائے یوسف علیہ السلام کے۔ تو مشقت شدید و گرسنگی سے۔ انکی یہاں تک نوبت پہنچی۔ کہ ہڈیاں اور مردار کھا گئے اور اپنی آنکھیں آسمان کیطرف اُٹھانے لگے تو نہ دیکھتے مگر دھواں۔

ایک روایت میں یُوں ہے پس نظر کرنے لگا آدمی طرف آسمان کے تو دیکھتا مانند اپنے اور اسکے مثل صورت دھوئیں کے مارے مشقت شدید کے۔ × × × × × × × × × هٰذَا الحدیث مخرج فی الصحیحین (دیکھو بخاری کتاب تفسیر القرآن زیر الم غلبت الروم) ورواہ الامام احمد فی مسندہ وھو عند الترمذی والنسائی فی تفسیرھما وعند ابن جریر وابن ابی حاتم من طرق متعددۃ عن الاعمش بہ۔ اس آیت کی یہ تفسیر کہ دخان گذر چکا۔ اسپر سلف کی ایک جماعت نے حضرت ابن مسعودؓ کی موافقت کی ہے جیسے مجاہد و ابو العالیہ و ابراہیم نخعی و ضحاک و عطیہ عوفی۔ اور یہی ابن جریر کی مختار ہے۔ (تفسیر ترجمان القرآن سورۃ الدخان صفحہ ۹۹ جلد ۱۴) +

پھر لکھا ہے :-

ابن قتیبہ نے کہا اس میں دو وجہ ہیں اول یہ ہے کہ قحط کے سال میں بسبب نہونے بارش کے زمین کی خشکی نہایت درجہ ہوتی ہے اور غبار کثیر بلند ہوتا ہے اور ہوا تاریک ہو جاتی ہے اور یہ دھوئیں کے مشابہ ہو جاتا ہے اور محاورے میں بولتے ہیں کان بیننا امر ارتفع لہ دخان یعنی درمیان ہمارے ایک ایسا امر ہوا کہ اس کے واسطے دھواں بلند ہو گیا۔ اور اسی لئے قحط کے سال کو غبراء کہتے ہیں دوسری وجہ یہ ہے کہ عرب شے غالب کا نام دخان رکھتے ہیں سبب اس میں یہ ہے کہ جب آدمی کا خوف و ضعف سخت ہوتا ہے تو اسکی آنکھیں تاریک ہو جاتی ہیں اور دنیا کو ایسی دیکھتا ہے جیسے دھوئیں سے بھری۔ بعد اسکے۔ بتخریج بخاری و مسلم وغیرہما۔ قصہ قریش بروایت حضرت ابن مسعود ذکر کیا ہے پھر کہا ہے وقد روی عن ابن مسعود نحو ھذا من غیر وجہ وروی نحو عن جماعۃ من التابعین کمقاتل ومجاھد۔ پھر وہی ابن ابی ملیکہ کی روایت ذکر کی ہے بعد اسکے کہا ہے قال ابن کثیر وھذا اسناد صحیح وکذا صححہ السیوطی ×××× اور ہم تم کو بتا چکے ہیں کہ درمیان اسکے کہ یہ آیت نازل ہو اس دخان میں۔ جو کہ بھوک کے مارے قریش کو دکھائی دیتا تھا اور اس کے کہ دخان قیامت کی علامات اور آیات اور اشراط سے ہو۔ کوئی منافات نہیں ہے ××× اور واجب ہے کہ جو بات صحیحین وغیرہما میں ثابت ہوئی ہے۔ اس کے ساتھ تمسک کریں وہ یہ ہے کہ سبب نزول آیت دخان قریش ہے کہ جو وقت مشقت و گرسنگی ان کو دکھائی دیتا تھا ÷

اور لکھا ہے :-

مراد عذاب سے وہی بھوک ہے جس کے سبب سے دخان دیکھتے ××× راجح قول انمیں سے یہ ہے کہ یہ وہی دخان ہے جسکو وہ خیال کرتے تھے بسبب بھوک اور شدۃ تکلیف کے جو ان پر نازل ہوئی تھی۔ اس قول کو ترجیح دینا اسکے منافی نہیں جو وارد ہوا ہے کہ دخان علامات قیامت سے کیونکہ وہ اور دخان ہے (صفحہ ۱۰۵) ÷

یہ سب عبارتیں بینے ترجمان القرآن سے اسلئے نقل کی ہیں۔ تا واضح ہو جائے کہ دخان سے مراد وہ دھواں ہے جو گرسنگی کی شدت سے آنکھوں کے سامنے دکھائی دیتا تھا اور یہ

قحط نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں آیا۔ اور اس قحط کو عذاب یقین کیا گیا۔ جیسا کہ مندرجہ بالا حوالہ سے ظاہر ہے۔ اب فرمائیے وہ وعدہ کہ مَا کَانَ اللّٰہُ لِیُعَذِّبَھُمْ وَاَنْتَ فِیْھِمْ تبدیل ہوا یا نہیں۔ اسی طرح جنگ بھی ایک عذاب ہے وہ بھی کفار پر حضور کی موجودگی[1] ہی میں آیا۔ فرماتا ہے قَاتِلُوْھُمْ یُعَذِّبْھُمُ اللّٰہُ بِاَیْدِیْکُمْ وَیُخْزِھِمْ وَیَنْصُرْکُمْ عَلَیْھِمْ (پارہ ۱۰ ع ۸) ان سے جنگ کرو اللہ ان کو تمہارے ہاتھوں سے عذاب دے اور ذلیل کرے اور ان پر تمہیں نصرت دے +

یہ موٹے موٹے اصول ہیں جنکو اگر پیشگوئیوں کے سمجھنے میں مدنظر رکھا جائے تو حضرت مسیح موعود کے بارے میں ایک طالب حق سعید الفطرت کو غلطی نہیں لگے گی۔ محمدی بیگم کے نکاح کے بارے میں حضور تتمہ اشتہار ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء میں فرماتے ہیں:-

ہمیں اس رشتہ کی درخواست کی ضرورت نہیں تھی سب ضرورتوں کو خدا تعالیٰ نے پورا کر دیا تھا۔ اولاد بھی عطا کی اور انہیں سے وہ لڑکا بھی جو دین کا چراغ ہوگا۔ بلکہ ایک اور لڑکا ہونے کا قریب مدت تک وعدہ دیا جس کا نام محمود احمد ہوگا اور اپنے کاموں میں اولوالعزم نکلے گا۔ پس یہ رشتہ جسکی درخواست کی گئی ہے محض بطور نشان کے ہے تا خدا تعالیٰ اس کنبہ کے منکرین کو اعجوبہ قدرۃ دکھلاوے اگر وہ قبول کریں تو برکت اور رحمت کے نشان ان پر نازل کرے اور ان بلاؤں کو رفع کر دے جو نزدیک چلی آتی ہیں لیکن اگر وہ رد کرے تو ان پر قہری نشان نازل کر کے ان کو متنبہ کرے +

اب دیکھ لیجئے۔ یہ نکاح اس برادری کے لئے برکت و رحمت کا موجب تھا۔ لیکن جب اس نعمت الٰہی کا استخفاف ان لوگوں نے کیا تو خدا نے اس نعمت سے محروم کر دیا اور اپنے مامور کو اس سے بہتر بدلا دیدیا۔ خاص اس رشتہ کی اپنی ذات کے لئے مسیح موعود کو ضرورت نہ تھی جب ان لوگوں نے اپنے لئے برکت و رحمت نہ چاہی تو خدا کی ذات غنی ہے اس نے رد کرنے پر قہری نشان نازل کئے جن کا اثر ان پر بہت کچھ ہوا۔ والد اس لڑکی کا میعاد مقررہ میں فوت ہوا۔ پھر توبہ و رجوع کے خطوط لکھنے سے مزید عذاب سے خدا نے بچا لیا۔ اور اب تک داماد مرزا احمد بیگ کا اسی وجہ سے بچا ہوا ہے +

[1] جبکہ انت فیہم سے مراد مکہ میں رہنا نہ لیا جائے بلکہ قوم دعوت میں موجود ہونا۔ دوم جنگ کے وقت آپ مکہ معظمہ میں موجود تھے +

اسکے متعلق اس کے خط کا عکس مرزا احمد بیگ والی پیشگوئی میں دے چکا ہوں اور یہ بھی دکھا چکا ہوں کہ اس ایک پیشگوئی سے چودہ پیشگوئیاں پوری ہوئیں پس جب بہت سے حصے پورے ہو گئے تو ایک حصہ کے حسب سنت اللہ بدل دینے پر کیوں اعتراض ہے کسی مامور کا نشانِ صدق تو اس معیار پر پرکھا جائیگا۔ وَاِنْ یَّكُ صَادِقًا یُّصِبْكُمْ بَعْضُ الَّذِیْ یَعِدُكُمْ (اگر سچا ہے تو جو تم سے وعدہ کرتا ہے اس کا ایک حصہ پورا ہوگا) یعنی کسی مدعی کی صداقت معلوم کرنے کے لئے یہ ضروری نہیں کہ ہم کہتے رہیں جب تک اسکی سب پیشگوئیاں پوری نہ ہو لینگی ہم ایمان نہیں لائینگے بلکہ صداقت کے ثبوت کے لئے صرف اتنا ہی کافی ہے کہ اسکی بعض پیشگوئیاں صحیح نکلیں دُنیا کے متعلق وعدوں کی تخصیص بھی نہیں کیونکہ کفار سے دُنیا و آخرت دونوں کے متعلق پیشگوئیاں ہوتی ہیں ✣

نبی کی پہچان کے لئے

زندگی اور موت

دو معیار صداقت

پہلا معیار فَقَدْ لَبِثْتُ فِیْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ (یونس ع ۲) میں اس سے پہلے تم میں ایک عمر رہ چکا ہوں۔ پس تم کیوں عقل سے کام نہیں لیتے ✣

علم النفس والے جانتے ہیں کہ گناہ یا نیکی آہستہ آہستہ ترقی کرتے ہیں پس جب دعویٰ سے پہلے انسانوں پر بھی جھوٹ نہیں بولا تو یہ کیونکر ہو سکتا ہے ایک شخص رات کو سوئے اور صبح خدا پر افترا کر دے ✣

اس معیار سے حضرت ابوبکر نے فائدہ اُٹھایا۔ جب سفر سے واپس آ کے سُنا کہ حضرت محمدؐ نے دعویٰ نبوت کیا ہے تو بمجرد سننے کے ایمان لے آئے۔ کیونکہ آپ جانتے تھے حضور کی پہلی زندگی پاک تھی۔ ہو نہیں سکتا کہ یکدم افترا کرنے لگ جائیں۔ اور افترا بھی خدا پر ✣

۲۔ اسی معیار کے مطابق ہرقل نے ابوسفیان سے سوال کیا وَسَئَلْتُكَ هَلْ كُنْتُمْ تَتَّهِمُوْنَهٗ

یا الکذب قیل ان یقول کما قال۔ کیا آپ لوگوں نے اس دعویٰ سے پہلے اس شخص (محمد مصطفیٰ) کو جھوٹا پایا۔ تو مخالفین کے وکیل کو جواب دینا پڑا کہ نہیں۔ اسپر ہرقل نے کہا۔ فَقَدْ اعرف انہ لم یکن لیذر الکذب علی الناس ویکذب علی اللہ۔ یعنی ہو نہیں سکتا کہ جو شخص لوگوں پر جھوٹ نہیں بولتا وہ خدا پر جھوٹ بولنے لگے۔ (بخاری باب نزول الوحی)۔

ایسا ہی کفار قریش نے اپنی زبانوں سے اقرار کیا کہ حضرت محمد مصطفیٰ کی قبل از دعویٰ زندگی پاک تھی جب نبی کریم نے اپنے تمام اقارب کو جمع کیا اور فرمایا کہ اگر میں کہوں اس پہاڑ کے نیچے ایک لشکر ہے جو حملہ آور ہونیوالا ہے تو تم مانو گے یا نہیں۔ سب نے جواب دیا۔ ضرور۔ وما جربنا علیک الکذب ہم نے کبھی آپ کو جھوٹا نہیں پایا۔ یہ اقرار کروا کے حضرت نبی کریم نے اپنی حجت قائم کی۔ گویا اپنا یہ معیار صداقت اور ثبوت حقانیت پیش کیا اور فرمایا۔ انا النذیر العریان۔ میں کھلم کھلا خدا کی طرف سے نذیر ہوں میری بات مانو۔

پہلے انبیاء کی پاکیزہ زندگی کو بھی کفار تسلیم کرتے رہے مثلاً یا صالح قد کنت مرجوا۔ اے صالح تو ہماری جائے امید تھی یعنی تجھ پر ہمیں بڑی بڑی امیدیں تھیں۔ پس جب قبل از دعوے زندگی کو پاکیزہ تسلیم کر لیا تو یکدم مفتری ہو جانے کا الزام غلط ہو گا۔ ماننا پڑیگا کہ جو کچھ یہ خدا کا بندہ کہتا ہے صحیح کہتا ہے نجات اسی کی قبولیت میں ہے۔

اسی معیار پر حضرت مرزا صاحب کو پرکھ کر دیکھ لیں۔ قبل از دعویٰ زندگی پر آجتک کوئی حرف نہیں رکھ سکا۔ باوجودیکہ حضور نے چیلنج دیا کہ کوئی ہے جو مجھ پر عیب لگائے۔ میں نے خود پہلے سیالکوٹ میں جاکر ایک مخالف کے مکان پر خاص ان دنوں میں جبکہ حضور کے خلاف بڑا شور شرابہ تھا گالیاں دینے والوں سے دریافت کیا کہ سیالکوٹ میں حضور (مرزا صاحب) قریباً سات سال رہے ہیں اور عدالت میں اہلکار تھے جہاں چھوٹے بڑے عموماً ملوث ہو جاتے ہیں کیا تم میں سے کوئی ہے جو آپ کے خلاف کوئی ایک آدھ عیب میرے سامنے پیش کرے تو سب نے یک زبان ہو کر کہا کہ اسو نمت تو وہ بڑے متقی پرہیزگار انسان تھے۔

پھر میں قادیان میں آکر بھی سوال کیا میں اپنے ایک دوست کے ساتھ لالہ شرمپت کے پاس گیا اور ان سے پوچھا کہ آپ بچپن سے حضرت صاحب کے پاس بیٹھنے والے ہیں۔ چالیس سال

تک عمر کا کوئی عیب مجھے بتائیں جو آپنے دیکھا یا سُنا ہو وہ کہنے لگے ہرگز نہیں وہ بڑے "بھلے لوگ" تھے
پھر مَینے یہی سوال لالہ ملاوامل سے کیا انھوں نے بھی یہی جواب دیا +
پھر میں پنڈت سومراج کے پاس گیا جو اخبار شبھ چنتک نکالتے تھے وہ کہنے لگے مرزا میں بڑے بڑے
عیب ہیں یوں لوگوں کا روپیہ ٹھگ لیا۔ مَینے کہا۔ یہ موجودہ خیالات آپکے میں نہیں پوچھتا میں تو دعویٰ
سے پہلی عمر کے حالات پوچھ رہا ہوں سر جھکا کے کہنے لگا اسوقت تو سیدھے سادھے آدمی سُنے جاتے
تھے۔ میں ۱۸۹۷ء سے بعد کی بُرائیاں بتا سکتا ہوں۔ مَینے کہا مجھے تو دعویٰ سے پہلی گواہی درکار ہے
اس کے بعد آپکی گواہی مطلوب نہیں کیونکہ جب خدا کا فرستادہ ہونیکا دعویٰ کر دیا۔ تو پھر انکی پاکیزگی
کی شہادت خدا تعالےٰ خود دیتا ہے اس وقت کے متعلق مخالفوں کی گواہیوں کی ضرورت نہیں رہتی
ایک پاک جماعت جو اسکے انفاس طیبہ سے پیدا ہوتی ہے۔ اس کا ہر فرد گواہی دیتا ہے کہ میرا پیشوا
ایک پاکباز انسان ہے جس شہر جس گاؤں جس بستی میں بھی جاؤ جہاں بھی اسکے مرید ہونگے انکی نسبتاً پاکیزہ
زندگی کا مخالفین اعتراف کرتے پائے جائینگے۔ یہ ثبوت ہوتا ہے اسبات کا کہ جس سے انکا تعلق ہے
وہ پاکیزگی کا سرچشمہ ہے۔ نبیوں کی تمام زندگی پاک ہوتی ہے۔ قبل از دعویٰ زندگی پاک ہونیکی گواہی
مخالفین بحالت شدت مخالفت بھی دینے پر مجبور ہوتے ہیں اور بعد از دعویٰ زندگی کے تقدس پر خود
خدا تعالےٰ کا فعل گواہ ہو جاتا ہے +

مولوی محمد حسین بٹالوی اول المنکرین کا ریویو پڑھئے جو براہین احمدیہ پر اس نے لکھا۔ اسمیں
اقرار کیا ہے کہ یہ مالی جانی خدمت اسلام آج سے پہلے کسی نے نہیں کی۔ اور یہ شخص تقویٰ و طہارت
میں بے نظیر ہے۔ اصل عبارت یہ ہے:۔

اور اس کا مؤلف اسلام کی مالی جانی و قلمی و لسانی و حالی و قالی
نصرت میں ایسا ثابت قدم نکلا جسکی نظیر پہلے زمانے میں بہت کم پائی گئی
خدا تعالےٰ نے یہ الفاظ لکھوا کر اسکے ہاتھ کٹوا لئے تا آنے والی نسلوں پر حجت ملزمہ قائم رہے اور
اس معیار پر جو تمام انبیا نے اور پھر نبی کریمؐ نے اپنی صداقت میں پیش کیا۔ حضرت مرزا صاحب
راستباز مامور من اللہ ثابت ہوں۔

دوسرا معیار صدق اس آیت میں بیان ہوا۔ وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ لَأَخَذْنَا

مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِيْنَ (پارہ ۲۹ ع ۶) اگر یہ ہم پر کچھ بات بھی افترا کرتا۔ تو ہم دائیں ہاتھ سے پکڑ لیتے اور اسکی رگ جان کاٹ دیتے اور تم میں سے کوئی بھی اُسے بچانے والا نہ تھا ؛

یہ دلیل۔ جناب محمد رسول اللہ کی صداقت کے ثبوت میں خدا تعالیٰ نے فرمائی۔ پس ہو نہیں سکتا کہ کوئی شخص مدعی نبوت و ماموریت ہو کر اتنی مدت تک زندہ رہے جو نبی کریم صلعم نے بعد دعویٰ نبوت بلکہ تا نزول آیت ہذا پائی۔ جو لوگ بعض جھوٹے مدعیانِ نبوت کی مثالیں دیتے ہیں کہ وہ ۲۳ سال سے زائد دعویٰ کر کے زندہ رہے وہ یہ نہیں سوچتے کہ انکا حملہ سب سے پہلے نبی کریم صلعم کی صداقت پر ہے نہ کہ حضرت مرزا صاحب پر۔ کیونکہ یہ دلیل تو نبی کریمؐ کی صداقت کی خدا نے پیش کی ہے کس طرح ہو سکتا ہے کہ وہ اپنی طرف سے دیئے ہوئے معیار صدق کو اپنے فعل سے جھوٹا کرے ؛

یہ معیار نہ صرف قرآن مجید میں بیان ہوا ہے بلکہ تورات میں بھی ہے۔ دیکھو:۔

"لیکن وہ نبی جو ایسی گستاخی کرے کہ کوئی بات میرے نام سے کہے جسکے کہنے کا میں نے حکم نہیں دیا یا اور معبودوں کے نام سے کہے تو وہ نبی قتل کیا جائے" (استثناء باب ۱۸۔ آیت آخر)

اس کے متعلق مولوی ثناء اللہ صاحب اپنی تفسیر ثنائی جلد اوّل میں لکھتے ہیں:۔

"یہ عبارت ہمیں ایک قانون الٰہی سے آگاہ کرتی ہے اور بتلاتی ہے کہ نظامِ عالم میں جہاں اور قوانین الٰہی ہیں یہ بھی ہے کہ کاذب مدعی کی نبوت کی ترقی نہیں ہوتی بلکہ وہ جان سے مارا جاتا ہے"

اسی کے ساتھ لکھا ہے:۔

"اس سے یہ نہ کوئی سمجھے کہ جو نبی قتل ہوا وہ جھوٹا ہے بلکہ اسمیں عموم و خصوص مطلق ہے ××× ×× دعویٰ نبوت کا ذبہ مثل زہر کے ہے جو کوئی یہ زہر کھائیگا ہلاک ہوگا۔ اگر اسکے سوا کوئی ہلاک ہو ممکن ہے ہاں یہ نہ ہوگا کہ زہر کھانیوالا بچ رہے۔

اب ہم تمام منکرین صداقتِ حضرت مرزا صاحب سے اس معیار مذکور فی القرآن والتوراۃ و مسلّمہ فریقین کے رو سے پوچھتے ہیں:۔ حضرت مرزا صاحب نے دعویٰ نبوت کیا یا نہیں ؟

جواب یہی ہوگا۔ ضرور کیا (مرزا مدعی نبوت و رسالت اور وحی والہام تھا حالانکہ انمیں سے کچھ بھی نہ تھا اہلحدیث ۱۲ جون سنہ ۸ء)

دوسرا سوال یہ ہے کہ پھر یہ دعویٰ نبوت کاذبہ تھا یا دعویٰ نبوت صادقہ۔ اگر صادقہ تھا تو ہمیں ایمان لائیے۔ اگر دعویٰ نبوت کاذبہ تھا تو کیا وجہ ہے کہ حضرت مرزا صاحب اس قانون الٰہی سے

رَبَّنَا اٰمَنَّا بِمَا اَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِيْنَ ؛

مسٹر جے ڈانیل کی ایک عرض

پر

توحید پرست احمدی کا فرض

مسٹر جے ڈانیل گجرات پنجاب نے ایک ٹریکٹ شائع کیا ہے جس میں وہ مسئلہ کفارہ کی حقانیت ثابت کرنے کی سعی نافرجام فرماتے ہیں۔ عجیب بات یہ ہے کہ بائیبل کے علاوہ چند آیات قرآنی کے حوالے بھی دیئے ہیں۔ مذہبی دنیا میں اس سے بڑھ کر قابل اعتراض جسارت کیا ہو سکتی ہے کہ اس کتاب کے حوالوں سے اپنا مطلب سدھ کرنے کی کوشش کی جائے جو کفارہ۔ تثلیث۔ ابنیت مسیح کی سب سے بڑی دشمن ہو۔ کیا جس کتاب میں ڈنکے کی چوٹ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ (کافر ہوئے وہ لوگ جو کہتے ہیں اللہ تین میں کا تیسرا ہے) پکارا گیا ہو۔ اور جس میں لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى (کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا) اور جس میں اَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى (انسان کے لئے خود اسی کے اعمال کام آتے ہیں) کی تعلیم ہو۔ اور جس میں مسئلہ ابنیت مسیح پر ان الفاظ میں ناراضی ظاہر کی گئی ہو تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا (قریب ہے کہ آسمان پھٹ پڑیں۔ زمین پھٹ جائے اور پہاڑ کانپ کر گر جائیں اس بات سے کہ لوگوں نے رحمن کا ولد قرار دیا)۔ وہ ایک تثلیثی پادری کے مذہب کی تائید کریگی۔ حاشا و کلّا۔ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔

مسٹر جے ڈانیل کس مزے سے لکھتے ہیں۔ کہ انجیل کو سورۂ مائدہ میں ہدایت و نور تسلیم کیا گیا ہے پس جو کچھ اس میں لکھا ہے برحق ہے۔

جناب والا! کیا آپ کو معلوم نہیں۔ کہ قرآن مجید نے کس انجیل کو ھدی و نور کہا۔ اس انجیل کو جو مریم کے عاجز بیٹے عیسیٰ نبی اللہ پر نازل ہوئی جس کا خداوند احد۔ صمد ملہم ہے اور ابن مریم ملہم۔ اور آپ اس انجیل کے قائل ہیں جس میں مسیح کے سوانح عمری کئی سال مسیح کی وفات کے بعد لکھے گئے۔ اور جس کا شروع یوں ہے:۔

چونکہ بہتوں نے کمر باندھی کہ ان کاموں کا جو فی الواقع ہمارے درمیان انجام ہوئے بیان کریں جس طرح سے انہوں نے جو شروع سے خود دیکھنے والے اور کلام کی خدمت کرنیوالے تھے۔ ہم سے روایت کی۔ میں نے بھی مناسب جانا کہ سب کو سرے سے صحیح طور دریافت کر کے تیرے لئے اے بزرگ تھیوفلس بہ ترتیب لکھوں۔ (لوقا باب ۱)

صاف ظاہر ہے کہ یہ انجیل کے نام سے ایک رسالہ چند روایتوں کا مجموعہ ہے جو ایک شخص کو جو خود دیکھنے والا بھی نہیں پہنچیں۔ اسے الہام کیونکر کہا جا سکے پھر اصل زبان یسوع مسیح کی عبرانی اور آپ عبرانی کی اصل انجیل پیش کرنے سے عاجز۔ ترجمہ در ترجمہ کا یہ حال کہ آئے دن اس میں قطع و برید ہوتی رہے کیا آپ اس کا انکار کر سکتے ہیں۔ کیا آپ ایمانداری سے کہہ سکتے ہیں کہ ۱۸۶۰ء کی انجیل اور حال کی انجیل کو بالمقابل رکھ کر پڑھا جائے۔ تو بعض آیات کی آیات غائب نہ پائی جائیں گی۔ کیا آپ کے پاس اس کا کچھ جواب ہے کہ "ایک فرشتہ بعضے وقت اس حوض میں اُتر کے پانی کو ہلاتا تھا اور پانی کے ہلنے کے بعد جو کوئی کہ پہلے اس میں اُترتا کیسی ہی بیماری میں گرفتار ہوا ہو اس سے چنگا ہو جاتا تھا باب ۵ آیت ۴۔ ۱۸۸۷ء کے نسخہ میں موجود ہے اور ۱۹۰۶ء و ۱۹۰۸ء کے نسخوں میں ندارد ہے اور ۱۸۷۰ء کے انگریزی نسخوں میں ہے "تین ہیں جو آسمان پر گواہی دیتے ہیں باپ اور کلام اور روح القدس اور یہ تینوں ایک ہیں مگر اب ۱۹۰۸ء کے نسخوں میں ندارد کیا ایسی باتوں کی موجودگی اور دس مفسرین اناجیل کے اقرار کے باوجود آپ یہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ قرآن مجید نے اسی انجیل کو ھدی و نور کہا ہے جس کے اصل الاصول مسائل کی بڑے زور سے تردید بھی کر دی ہے کہ جس پر مذہب صلیب

کا دارومدار ہے یعنی تثلیث وکفارہ۔ قرآن مجید میں تو اس انجیل کا ذکر ہے جس میں صحابہؓ نبی کریمؐ کی تعریف بھی ہے جیسا کہ فرمایا۔ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْاَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ (الفتح) وہ دکھائے تاکہ ہم اس کے صحیح حصّے کی تصدیق کریں۔ قرآن مجید نے تو اپنے آپ کو انجیل و توراۃ کا مہیمن قرار دیا ہے یعنی محافظ۔ چنانچہ جہاں وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ فِيْهِ هُدًى وَّنُوْرٌ فرمایا۔ اسی کے ساتھ۔ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ (مائدہ رکوع ۷) فرما کر بتا دیا۔ کہ وہی انجیل مقبول ہے اور ہدایت و نور جس کی یہ کتاب جو اے محمدؐ تجھ پر اتاری گئی یعنی قرآن مجید تصدیق کرتا ہے۔ اور تصدیق کے کیا معنی (یہ آپ کسی گرداور ہی سے پوچھ لیجئے کہ جب وہ اپنے علاقہ میں تصدیق کرنے جاتا ہے تو پٹواری کے ہر کاغذ پر درست کی مہر لگا دیتا ہے یا صحیح کو صحیح اور غلط کو غلط قرار دینے کا نام تصدیق رکھتا ہے خود ہی فرماتا ہے و مهيمنا عليه۔ قرآن مجید انجیل و توراۃ پر محافظ ہے جو بات قرآن مجید کے خلاف ان میں پائی جائیگی وہ محرف قرار دی جائے گی۔

پھر پادری صاحب آپ نے انجیل کو ہدایت و نور لکھ کر عبرانیوں کا حوالہ دیا ہے جسکی نسبت آپ کے علماء میں بحث ہے کہ یہ انجیل کا مسلمہ حصّہ ہے بھی یا نہیں۔ پس پہلے آپ اپنے گھر میں فیصلہ کر لیجئے۔ پھر ہماری طرف متوجہ ہو جیئے گا۔

(۲)

دوسرا حوالہ قرآن مجید کی سورۂ فاطر سے آپ نے دیا ہے کہ اگر اللہ آدمیوں کو ان کے اعمال کے بدلے میں پکڑے تو زمین کی پشت پر کسی چلنے والے کو نہ چھوڑیگا۔ جس کے یہ معنی ہیں کہ ہر ایک آدمی گنہگار ہے۔ بجا فرمایا پادری صاحب۔ قرآن مجید کی آیت! خود ہی اس کی تفسیر اور خود ہی حجّت بادی۔ حضرت آنکھیں کھول کر سیاق سباق دیکھئے اس آیت میں تمام لوگوں کا ذکر نہیں بلکہ ان لوگوں کا ذکر ہے جو منکرین نبوۃ محمدیہ ہیں اور

جن کا ذکر پہلے ان الفاظ میں ہے وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰہِ جَھْدَ اَیْمَانِھِمْ لَئِنْ جَاءَھُمْ نَذِیْرٌ لَّیَکُوْنُنَّ اَھْدٰی مِنْ اِحْدَی الْاُمَمِ یعنی پہلے قسمیں کھا کھا کر کہتے تھے کہ اگر ہماری طرف کوئی نذیر آئے تو ہم ہر امت سے ہدایت یاب ہوں۔ مگر جب عظیم الشان نذیر محمد رسول اللہ آیا تو پہلے کافر وہی ہوئے انہی کو فرما رہا ہے۔ کہ تمہاری حرکات ناشائستہ تو ایسی ہیں کہ سبھی ہلاک کر دیئے جاؤ مگر ایک وقت مقررہ تک مہلت دی جا رہی ہے۔

(۲) پھر پادری صاحب سنئے۔ کہ اس آیت میں یہ فرمایا ہے مَا تَرَکَ عَلٰی ظَھْرِھَا مِنْ دَآبَّۃٍ۔ کوئی جانور اس حصہ زمین پر نہ رہنے پائے۔ معلوم ہوا کہ ہلاکت کا سبب گناہ نہیں کیونکہ اگر گناہ ہے تو پھر جانوروں کا مواخذہ اور ان کی ہلاکت ایک ظلم ہوگا کیونکہ پرند چرند عند الفریقین گنہگار نہیں۔ یہ دلیل ہے اس بات پر کہ آپ جو مطلب اس آیت کا سمجھے وہ نہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ ان لوگوں کے لئے فرمایا۔ کہ شرارتوں اور گستاخیوں کے بدلے میں سب کے سب ہلاک کیئے جاؤ تو پھر انبیاء بھی نہ رہیں کیونکہ جن کی ہدایت کے لئے بعثت تھی جب وہ نہ رہے تو انبیاء کس کی طرف مبعوث ہوں۔ اور جب آدمی نہ رہے تو چرند پرند جو سب انسان کے لئے ہیں ان کی بھی ضرورت نہ رہی۔

پھر پادری صاحب یہ امر بھی آپ کے لئے قابل غور ہے کہ یہاں حرف لَوْ ہے یعنی اگر مؤاخذہ کریں تو ایسا ہو۔ مگر مؤاخذہ تو نہیں ہو رہا۔ کیونکہ آدمی دنیا میں موجود ہیں۔ پس یہ قانون ہے ہی کوئی نہیں کہ آدمی اپنی نیکی سے نہیں بچ سکتا خواہ وہ نبی ہو یا غیر نبی۔ کیونکہ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ آدمی بچے ہوئے موجود ہیں۔

(۳)

تیسرا سوال پادری صاحب یہ کرتے ہیں۔ کیا انبیاء گنہگار ہیں اور جواب اثبات میں دیتے ہیں حالانکہ از روئے قرآن شریف تمام انبیاء گناہوں سے پاک ہیں۔ اور اس پر دلیل یہ آیت ہے۔ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِیْٓ اِلَیْہِ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَہٗ بَلْ عِبَادٌ مُّکْرَمُوْنَ

لَا یَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِاَمْرِهٖ یَعْمَلُوْنَ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَ مَا خَلْفَهُمْ وَلَا یَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰی وَهُمْ مِّنْ خَشْیَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ وَمَنْ یَّقُلْ مِنْهُمْ اِنِّیْٓ اِلٰهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ فَذٰلِكَ نَجْزِیْهِ جَهَنَّمَ كَذٰلِكَ نَجْزِی الظّٰلِمِیْنَ (انبیاء ع ۲) یہ آیت آپ لوگوں ہی کے عقیدہ کی تردید میں نازل ہوئی ہے۔ فرماتا ہے۔ کہ ہم تجھ سے پہلے جتنے بھی رسول بھیجے ہیں۔ ان کو یہی وحی کی اللہ ایک ہی معبود ہے۔ پس اسی کی عبادت کرو۔ اس کے خلاف جو اللہ کا ایک بیٹا قرار دیتے ہیں وہ غلطی پر ہیں۔ معزز بندے کہو نہ کہ بیٹے۔ یہ عباد مکرمون یہ رسولان الٰہی وہی کچھ بولتے ہیں جو خدا بلائے۔ اور وہی کچھ کرتے ہیں جو خدا کرائے۔ اور خدا جانتا ہے جو ان کے آگے اور پیچھے ہے وہ سفارش نہیں کر سکتے مگر اسی کی جس سے خدا راضی ہو اور وہ مرسلین اسی کا خوف دل میں رکھتے ہیں۔ اور جو ان میں سے کہے میں معبود ہوں اسکی سزا جہنم ہے۔ پادریوں کا عقیدہ ہے کہ سب انبیاء گنہگار ہیں۔ بیٹا یسوع ہی گناہوں سے پاک ہے وہی نجات دہندہ اور شفاعت کرنے والا۔ اور وہ تین کا تیسرا ہے اور معبود۔ مگر خدا فرماتا ہے سب انبیاء گناہوں سے پاک ہیں۔ کیونکہ گناہ تین طرح پر ہو سکتے ہیں۔ قولی۔ فعلی۔ قلبی۔ قول کے لئے فرمایا لا یسبقونه بالقول کہ انبیاء اسی کے بلائے بولتے ہیں۔ اس لئے ان میں کوئی قولی گناہ نہیں۔ فعل کیلئے فرمایا وهم بامره یعملون۔ انبیاء وہی کچھ کرتے ہیں جو خدا حکم دے۔ اس لئے فعلی گناہ ان میں نہیں۔ قلب کے لئے فرمایا۔ وهم من خشیته مشفقون۔ یعنی ان کے قلوب خوف الٰہی سے لبریز ہیں۔ پس ... ان کے دل پاکیزہ ہیں۔ پھر پادریوں کے صلیبی عقیدہ کی بیخکنی کرتا ہے کہ ان برگزیدگان الٰہی میں سے کسی کی مجال نہیں کہ اپنے آپ کو آلہ قرار دے کیونکہ اس کی سزا جہنم ہے اور ان میں کا ہر ایک گناہوں سے پاک ہے یسوع مسیح کی خصوصیت نہیں نہ وہ شفاعت بغیر اذن کر سکتا ہے۔

پھر مسٹر جے ڈانیل انبیاء میں سے نبی کریم کے متعلق وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ

کی آیت پیش کر کے آپ کا گنہگار ہونا ثابت کرنا چاہتے ہیں بحالیکہ میں قرآن مجید سے تمام انبیاءؑ کی عصمت حتمی طور پر دکھا چکا ہوں۔ اور نبی کریمؐ کے لئے خصوصیت سے یہ آیت موجود ہے اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَاَعَدَّ لَھُمْ عَذَابًا مُّھِیْنًا وَالَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَیْرِ مَا اکْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُھْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِیْنًا (پارہ ۲۲ الاحزاب رکوع ۷) جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذاء دیتے ہیں ان کو دنیا و آخرت میں لعنت اور ان کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب ہے اور جو مومن مردوں اور مومن عورتوں کو بغیر کسی قسم کی برائی کے ایذا دیتے ہیں تو وہ بہتان اور صریح گناہ اُٹھاتے ہیں۔ اس آیت میں مومن مرد اور مومن عورتوں کے لئے بغیر ما اکتسبوا کی شرط لگائی ہے یعنی بشرطیکہ وہ کوئی کسی برائی کے مرتکب نہ ہوئے ہوں مگر اللہ اور اسکے رسول کے لئے کسی قسم کی شرط نہیں اسکی یہی وجہ ہے۔ کہ جیسے اللہ سے کوئی اکتساب نہیں ہوتا اسی طرح محمد رسول اللہ کی ذات سے ممکن نہیں۔ کہ کوئی بُرائی سرزد ہو وہ ہمہ پاکیزگی ہے۔ پس اس محکم آیت کی موجودگی میں استغفر لذنبك کے ذنب کے معنی حسب لغتِ عرب یہ ہونگے کہ تو اپنی ان کمزوریوں کے لئے جو لازمہ بشریت ہیں خدا کی حفاظت طلب کرتا رہ۔ پھر لذنبك کے معنی (ذنب کے معنی گناہ تسلیم کرنے کی صورت میں) یہ ہونگے کہ وہ عیوب جو غلط طور پر تیری طرف منسوب ہوتے ہیں۔ سوم اسکے ساتھ وللمؤمنین فرما کر بتا دیا کہ لذنبك سے مراد مومنوں کے ذنوب کا استغفار ہے کیونکہ قوم کی نافرمانی و نقائص سے نبی کے مقاصد میں قصور واقع ہو جاتا ہے اور قوم کے اعمال کا اثر سردار پر پڑتا ہے پڑھئے گلتیاں ۲/۳/۱۴ مسیح نے ہمیں مول لیکر شریعت کی لعنت سے چھڑایا کہ وہ ہمارے بدلے میں لعنتی ہوا۔ چہارم انبیاء کا معمولی سی لغزش پر ٹوکا جاتا ہے مگر وہ گناہ نہیں ہوتا۔ حسنات الابرار سیئات المقربین۔ پنجم یہ معنی ہیں کہ لوگوں نے جو تیرے گناہ کئے ہیں ان کے لئے معافی خدا سے لے دے۔

اس کے بعد پادری صاحب سورۂ آل عمران آیت ۳۱ — ۳۷ کا پتہ دیتے ہیں کہ اس میں مسیح کا معصوم ہونا لکھا ہے اوّل تو اکتسویں آیت قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ ہے جس نے اللہ کا محبوب بننا ہو۔ وہ اے محمد رسول اللہ تیرا اتباع کرے جس ذات ستودہ صفات کا اتباع انسان کو خدا کا محبوب بنا دیتا ہے۔ اسے گناہ سے ملوث کرنا کس قدر بے انصافی ہے ہاں ۳۷ ویں آیت یہ ہے وَاِنِّیْ سَمَّیْتُھَا مَرْیَمَ وَاِنِّیْ اُعِیْذُھَا بِکَ وَذُرِّیَّتَھَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ اس کے معنی یہ ہیں۔ مَیں نے اس کا نام مریم رکھا۔ مَیں اسکو اور اس کی ذریت کو شیطان رجیم سے پناہ میں دیتی ہوں۔ مَیں نے بہت غور کیا مگر مَیں نہیں سمجھ سکا اور نہ کوئی ایسا انسان جسکے دماغ میں عقل سلیم ہو۔ یہ سمجھ سکتا ہے کہ اس سے مسیح کی معصومیت کیونکر ثابت ہو گئی۔

جناب پادری صاحب! یہ تو ایک دعا ہے جو امرءۃ عمران نے جناب الٰہی سے مانگی۔ اور ایسی دعا تو ہر ایک مومن مرد اور مومن عورت کرتے ہیں چنانچہ حدیث میں آیا ہے اَللّٰھُمَّ جَنِّبْنَا الشَّیْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّیْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا۔ تو کیا ہر مومن کی اولاد گناہوں سے پاک ہوتی ہے۔ فَتَقَبَّلْھَا سے آپ کو دھوکہ نہ لگے یہ مریم کی نسبت ہے نہ کہ دعا کی نسبت۔ دوم اس میں جس معصومیت کا ذکر ہے وہ مریم کے لئے بھی ثابت ہے، تو کیا آپ مریم کو بھی ویسا ہی پاک سمجھتے ہیں جیسے مسیح کو۔ تو دونو میں کچھ فرق نہ رہا۔ اور دونو اقنوم الٰہی ثابت ہوئے۔ ہوش کیجئے آپ مسیح کے لئے ایک ایسی معصومیت کے قائل ہیں جو خاصۂ الوہیت ہے اور یہاں جس معصومیت کا ذکر (بشرط تسلیم) ہے اس میں تو مریم بھی شامل ہے۔ پس یہ آیت آپ کے مفید مطلب نہیں۔

ہاں ایک بات رہ گئی۔ ذُرِّیَّتَھَا کا لفظ بتاتا ہے کہ مریم کی تمام اولاد گناہوں سے پاک ہے پس نہ صرف مسیح بلکہ مسیح کے بھائی اور بہنیں بھی آپ کو گناہوں سے پاک اور اپنے عقیدہ کے مطابق پھر اللہ و معبود ماننے پڑینگے۔

پھر آپ حدیث پیش کرتے ہیں کہ ولادت کے وقت سب کو شیطان مس کرتا ہے مگر مریم اور

اس کا بیٹا اس سے محفوظ رہے۔ اچھا صاحب پھر کیا ہوا؟ مسّ شیطان سے بوقت ولادت بچے رہنا یہ تو نہیں ثابت کرتا کہ اس بچے سے گناہ بھی نہیں ہوگا۔ یہ تو وقتی بات ہے کہ اسوقت بچہ روئے نہیں۔ چنانچہ مسّ شیطان کا یہی اثر اس حدیث میں لکھا ہے فرمایا اِلّا نَخَسَہ الشیطانُ فیستھل صارخاً مِن نخسۃ الشیطان۔ ہم نے مانا کہ مسیح کو شیطان نے مس نہ کیا اور وہ نہ رویا۔ چلو نہ رویا تو پھر کیا ہوا؟ یہ تو خوشی کی بات نہیں حیرانی کی بات ہے، کیونکہ بچہ پیدا ہوتے ہی اگر نہ روئے تو ماں باپ کو پریشانی ہوتی ہے شاید مردہ ہے۔ رونا ہی علامت زندگی ہے پھر اس خصوصیت میں مریم علیہا السلام مسیح کے ساتھ شامل ہے پس یہ وہ معصومیت نہ ہوئی۔ جو خاصۂ الوہیت ہے ورنہ مسیح کے ساتھ مریم کو بھی خدا ماننا پڑیگا۔ پھر علماء حدیث نے تسلیم کیا ہے کہ ابن مریم وامّہ سے مراد وہ لوگ ہیں جو ابن مریم صفت ہوں اور اس میں سب انبیاء شامل ہیں۔

پادری صاحب! اس قسم کی احادیث پیش کرنے سے پہلے آپ کو چاہیئے کہ ان آیات کا جواب سوچ لیں۔ جن میں صریح ذکر ہے کہ یسوع کو بحالت بلوغ نہ کہ بوقت ولادت شیطان چالیس دن چالیس رات تک جنگل میں لئے پھرا۔ (متی باب ۴ ملاحظہ ہو) تب یسوع روح کے وسیلے بیابان میں لایا گیا تاکہ شیطان اسے آزمائے اور جب چالیس دن چالیس رات

(۴)

چوتھے نمبر میں پادری صاحب یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ کوئی شفاعت کچھ فائدہ نہ دیگی۔ اور شفاعت کا حقدار کوئی "محض انسان" نہیں مطلب یہ کہ صرف یسوع مسیح ہی شافع ہے اور یہ امر سورۂ بقر کی اس آیت سے ثابت ہے۔ وَلَا یقبل مِنھا شفاعۃ وَلَا یؤخذ مِنھا عدلٌ اور نیز آیت مِن قبل اَن یّاتی یومٌ لَّا بیعٌ فیہ وَلَا خُلَّۃٌ وَّلَا شفاعۃٌ ہے۔ پادری صاحب چونکہ عربی سے بے بہرہ ہیں اس لئے انکو معلوم نہیں کہ لَا شفاعۃَ اور لَا شفاعۃٌ میں بڑا فرق ہے۔ اگر یہ نکرۂ تعمیم ہے تو مسیح کی شفاعت کا انکار بھی ثابت ہو گیا دراصل یہ ایک دنیوی عذاب کے متعلق ہے جو جناب

رسالتمآب کے ہاتھوں کفار مشرکین پر آیا۔

نیز دوسرے مقام پر شفاعت کا ذکر کر کے بتا دیا کہ شفاعت بالاذن جائز ہے۔ آپ یسوع مسیح کے لئے شفاعت ثابت کرتے ہیں۔ حالانکہ قرآن مجید میں محمد رسول اللہ کے لئے نص موجود ہے کہ وہ شفاعت فرمائینگے اور وہی شفاعت کرنیوالوں کے سردار ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے۔ ولا یملک الذین یدعون من دونہ الشفاعۃ الا من شہد بالحق وہم یعلمون (سورۂ الزخرف کا آخر) جن کو یہ لوگ پکارتے ہیں (مثلاً مسیح بن مریم) وہ شفاعت کا اختیار نہیں رکھتے۔ ایک ہی وجود ہے جو شفاعت کرنے کا حق دار ہے اور وہ وہی جو الحق کی گواہی دے رہا ہے اور لوگ اسے جانتے ہیں یعنی محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم۔ قرآن مجید کی آیات کھول کر دیکھ لیجئے پہلے ان کان للرحمٰن ولد فانا اول العابدین آیا ہے۔ اور پھر یہ ارشاد کہ شفاعت کا تاج شاہد بالحق کے سر پر زینت دے رہا ہے یعنی مزعومہ ابن اللہ مسیح کا کام شفاعت نہیں بلکہ محمد رسول اللہ کا کام ہے۔ آپنے ایک حدیث کا حوالہ دیا تھا اس لئے بخاری کی حدیث کی طرف متوجہ کرتا ہوں جس میں صاف آیا ہے کہ لوگ جب شفاعت کے لئے مسیحؑ کے پاس روز قیامت کو جائینگے تو وہ حضرت محمد رسول اللہ کی طرف ان کو بھیجینگے۔

(۵)

پانچویں نمبر میں مسٹر جے ڈانیل آدم کو گنہگار ثابت کرتے ہیں بحوالہ سورۂ اعراف آیت ۱۹ اور پھر یہ موروثی گناہ اس کی اولاد میں چلاتے ہیں اور اس کا چارۂ کار کفارۂ مسیح بتاتے ہیں۔

اسپر میری یہ عرض ہے۔ کہ از روئے قرآن مجید آدم گنہگار نہیں اللہ تعالیٰ نے اس کی نسبت نسی ولم نجد لہ عزما فرمادیا بھول گیا ارشاد اللہ عدو لکما کو اور شجرہ کی طرف متوجہ ہونے میں اس کا کوئی عزم نہ تھا اور گناہ بقول آپکے "خدا سے سرکشی" کا نام ہے سرکشی کے لئے ضروری ہے کہ حکم جسکی خلاف ورزی

ہوتی ہے یا وہ ہو اور جانتے بوجھتے ہو (بدنیتی سے) نہ کہ بھول کر۔ میں یقین رکھتا ہوں۔ کہ یہ شرائط دنیوی حکام کو مجرم بنانے کے لئے مسٹر جے ڈانیل تسلیم کرتے ہیں ورنہ مجنون۔ نابالغ۔ قاتل بالخطا سب پھانسی دیئے جائیں اور اندھیر نگری چوپٹ راجہ کی مثل صادق آئے۔ آپ آدم کے دانہ کھانے کو خود غرضی اور غرور پر مبنی قرار دے رہے ہیں حالانکہ فرشتہ بننے کی خواہش یا الٰہی صفات اپنے اندر پیدا کرنے کی آرزو ایک نیک خواہش ہے۔ اور تمام نیک لوگ بھی یہی چاہتے ہیں کہ وہ گناہوں سے پاک ہو جائیں اور تخلقوا باخلاق اللہ کے مصداق مسٹر جے ڈانیل گنہگارانہ اور مجرمانہ زندگی کے شیدائی ہوں یا اپنے بھائی بندوں کے لئے یہ تمنا رکھتے ہوں تو معلوم نہیں حضرت آدم کے غیر خاطی ہونے کا یہی تو ثبوت ہے کہ وہ سیدھے سادھے اپنے دشمن شیطان کی اس بات کو مان گئے کہ پھل کھا لینے سے وہ اپنے مقصد عظمیٰ میں کامیاب ہو جائینگے غرض آدم (علیہ السلام) کسی قانون اخلاق و عدالت کے رو سے گنہگار نہیں۔

۲۔ اگر بفرض محال مان بھی لیا جائے تو ضروری نہیں کہ اسکی نسل بھی گنہگار ہو جائے۔ ورنہ آپ کو ماننا پڑیگا کہ مسیح نے اپنی ماں سے گناہ کا کچھ حصہ لیا۔ کیونکہ بی بی مریم آدم ہی کی نسل سے تھی) جسکے پیٹ سے مسیح پیدا ہوا۔ اور یہ بھی آپ کو مسلم ہے کہ گناہ (دانہ کھانے کا) عورت نے کیا۔ پھر بائیبل سے ثابت ہے کہ بعض لوگ خدا کے سارے حکموں پر چلنے والے ہوئے اور وہ پاک تھے۔ نیز یسعیاہ سے ثابت ہے کہ باپ دادا نے جو کھٹے انگور کھائے وہ بیٹوں کے دانت کھٹے نہیں کر سکتے۔ ہاں یہ بھی زیر نظر رہے کہ مسیح صرف بے باپ ہو کر گناہ سے پاک رہے اور آدم بے ماں باپ تھے اس لئے بدرجہ اولیٰ پاک رہنے چاہئیں۔

۳۔ پھر میں کہتا ہوں کہ اگر آدم کی نسل گنہگار ہو تو بھی قربانی کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ آدم سے لیکر مسیح تک جو ذریعہ نجات تھا وہ آئندہ کے لئے کیوں غیر کارآمد ہو جائے اس کی کوئی وجہ وجیہ ہونی چاہیئے۔

۴۔ پھر یہ قربانی کرنیوالا تو پکار پکار کے کہتا رہے کہ یہ پیالہ مجھ سے ٹل جائے۔ اور آپ اسے

قربانی قرار دیتے ہیں۔ کسی کا ایک مُرغ بلّی نے مروڑ دیا وہ کہنے لگا چلو صدقہ کر دیا۔

۵۔ ایسا کرنے سے نہ خدا کا عدل رہتا ہے نہ رحم۔ عدل اس لئے نہیں کہ ایک بے گناہ کو گنہگاروں کے بدلے میں مارنا عدل نہیں۔ رحم اس لئے نہیں کہ بغیر کسی بدلے کے نہ بخشنا حد درجہ کی شقاوت ہے۔ یہ بھی غلط ہے کہ عدل و رحم میں مساوات ہے۔ خدا تعالیٰ کا فعل بتاتا ہے رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ۔ رحم بہر حال مقدم ہے ہم ایک دانہ بوتے ہیں سو اٹھاتے ہیں پھر راجہ کے گھر پیدا ہونے والا اور غریب کے ہاں پیدا ہونے والا متفاوت الحال ہیں۔ پس یسوع کے کفارہ و شفاعت والی بات غلط ثابت ہوئی۔

(۶ و ۷)

چھٹے و ساتویں نمبر میں جو کچھ آپ نے لکھا ہے اسکی تردید مکرم شیخ عبد الخالق کے مضمون میں بوجہ احسن ہے۔ میں سورۂ روم آیت ۲۹ کی بابت مختصر لکھنا چاہتا ہوں جس کا حوالہ آپ نے ان نمبروں میں دیا ہے۔ آیت یوں ہے فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ اور پادری صاحب اس سے یہ نکالنا چاہتے ہیں کہ انسان کو اس کی پہلی پاکیزگی پر لانا کفارہ ہی سے ہو سکتا ہے حالانکہ یہ وہ آیت ہے جو عیسائیت کے عقیدۂ باطلہ کو بیخ و بن سے اُکھیڑنے والی ہے۔ خدا نے انسان کو پاکیزہ پیدا کیا۔ اور اس خلق میں تبدیلی نہ کرنے کا ارشاد ہے جو خود انسان کے اپنے اختیار میں ہے کیونکہ گناہ بے اختیاری کا نام نہیں ہے بلکہ اپنے اختیار سے حکم عدولی کو کہتے ہیں سو اس سے بچنا چاہیئے۔ اس آیت میں خدا نے بتایا ہے کہ جیسے بچے کی فطرت ہوتی ہے کہ اس میں اطاعت کا مادہ ہوتا ہے اسی طرح انسان کو حکم الٰہی کی اطاعت کرنی چاہیئے چنانچہ اسی آیت کے ساتھ تشریح بھی فرما دی مُنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ وَاتَّقُوْهُ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ۔ ہر وقت جناب الٰہی میں جھکے رہو۔ اس کا تقویٰ اختیار کرو۔ نمازوں کی پابندی ہو اور مشرکوں سے نہ بنو خدا فرماتا ہے۔ کہ اللہ کی ذات میں کسی قسم کا شریک نہ ٹھیراؤ۔ اور آپ فرماتے ہیں

کہ انسان کو اس کی اصل فطرت پر لانے کا ذریعہ ہی "شرک" ہے۔ تثلیث اور مسئلہ ابنیت تو وہ شرک عظیم ہے کہ اسکے لئے تکاد السمٰوات یتفطرن منہ فرمایا۔ اور آپ اسکی تلقین کرتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ خدا سے دُور افتادہ انسان کو ملانے کی کوئی تجویز ہونی چاہیے مگر نہ ایسی کہ اور دور ڈال دے بلکہ ایسی کہ قریب سے قریب تر اور قریب تر سے قریب ترین کر دے وہ کیا ہے۔ اپنے کلام پاک میں ارشاد فرماتا ہے ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔ اگر تم اللہ کا محبوب بننا چاہتے ہو تو رسول اللہ کا اتباع اختیار کرو۔ پھر تم خدا کے محبوب بن جاؤ گے۔ اور محبوب ہونے کا ثبوت یہ ہے کہ خدا سے مکالمہ مخاطبہ ہو۔ کیونکہ ناراضی کے اظہار میں خدا نے بھی فرمایا ہے لا یکلمھم اللہ پس رضامندی کا نشان کلام ہوا۔ اب آپ خود بتائیں۔ کہ کس قوم کو مکالمہ مخاطبہ کا شرف حاصل ہے۔ کیا عیسائیوں میں سے کوئی ہے جو یہ کہہ سکے کہ خدا مجھ سے ہمکلام ہوتا ہے اور پھر اس کا ثبوت بھی دے کوئی نہیں کیا ہندوؤں میں سے کوئی ہے۔ کیا کسی اور مذہب میں سے کوئی ہے کوئی نہیں۔ ہرگز نہیں۔ صرف احمدی جماعت ہی ہے۔ جو علی الاعلان کہتی ہے کہ ہمارا امام مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ سے مشرف ہوا۔ جو ثبوت ہے اس بات کا کہ وہی خدا کا محبوب اس زمانے میں خدا کا اکلوتا پیارا۔ گنہگاروں کا نجات دہندہ اور شفاعت کنندہ ہے۔ پس مبارک ہیں وہ جو اس پر سچے دل سے ایمان لاتے اور ہمیشہ کی زندگی پاتے ہیں۔ کیونکہ اس ظلمت آباد میں وہی حقیقی نور۔ صداقت کا آفتاب ہے جس کی روشنی سے ہدایت و کامیابی کی راہ پر چلا جا سکتا ہے۔ شپر چشموں نے نہ دیکھا تو یہ ان کی بینائی کا قصور ہے۔ ورنہ اس کا ظہور تو وہ ظہور ہے کہ تمام مذہبی دنیا ایک بقعۂ نور ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ فضل اور راستی سے بھرپور ہو کے ہمارے درمیان رہا اور ہم نے اس کا ایسا جلال دیکھا جیسا باپ کے اکلوتے (نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم) کا جلال ؛

رعایت ۔ مباحثہ سرگودہ۔ مباحثہ بمبئی۔ التشریح الصحیح لحدیث نزول المسیح۔ تینوں رسالے بجائے ۶ر عہ کے صرف عہ ر میں منگوالیں ؛

مسیح ؑ کے رفع سے کیا مراد ہے

بل رفعہ اللہ الیہ کا ترجمہ لفظی یہ ہے بلکہ اللہ نے اسکو اپنی طرف اٹھا لیا۔ اُٹھا لینے سے کیا مراد ہے یہ حدیث صحیح مسلم اسکو واضح کریگی ماتواضع عبدٌ للہِ اِلّا رفعہ اللہ جو بندہ بھی اللہ کیلئے تواضع کرتا ہے اسے اللہ رفع دیتا ہے۔ تو کیا اس کا یہ مطلب ہے تواضع کرنے والا آسمان پر اُٹھایا جاتا ہے؟ ہرگز نہیں بلکہ اس کا مطلب رفع درجات ہے۔ انسان کا مع جسم عنصری اٹھایا جانا تو ایسا مستبعد ہے۔ کہ جس حدیث میں آسمان کا ذکر آتا ہے اسکے بھی یہ معنی نہیں کئے جاتے کہ بجسد العنصری آسمان پر اُٹھایا جائیگا بلکہ یہی معنی لئے جاتے ہیں کہ رفع روحانی ہوگا وہ حدیث یہ ہے اذا تواضع العبد رفعہ اللہ الی السماء السابعۃ (ابن عباس) دیکھو کنز العمال۔ جب بندہ تواضع کرے تو اللہ اسے ساتویں آسمان پر اُٹھا لیتا ہے۔ کیونکہ اللہ کا نام الرافع بھی ہے جس کے معنی لسان العرب میں یہ لکھے ہیں فی اسماء اللہ تعالیٰ الرافع ھو الذی یرفع المؤمنین بالاسعاد الاخرٰی تعجب ہے کہ مولوی صاحبان قرآن مجید میں پڑھتے ہیں۔ ھُوَ اللہ فی السمٰوٰت والارض۔ کہ اللہ آسمان میں بھی ہے اور زمین میں بھی پھر مسیح کا رفع اس کی طرف کرنے کے لئے آسمان پر چڑھانا ضروری سمجھتے ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ زمین میں بھی ہے۔ اگر آسمان پر ہی چڑھانا ہے تو پھر چوتھے آسمان پر روک دینے کی کیا وجہ ہے خدا تو فرماتا ہے الرحمٰن علی العرش استوٰی۔ الرحمٰن عرش پر جلوہ فرما ہے (پارہ ۱۶ رکوع ۱۰) پس الیٰ[1] جو انتہاء غایت کیلئے آتا ہے وہ رفعہ اللہ الیہ کے یہ معنی کرائے گا کہ خدا نے اسے اپنی طرف اُٹھا لیا۔ یعنی عرش پر پہنچا دیا اپنے دہنے ہاتھ بٹھا لیا یہ بعینہٖ عیسائیوں کا عقیدہ ہے فلا تجعلوا للہ اندادًا (اللہ کا مدمقابل نہ بناؤ) ایک مسلمان کو دعویٰ اسلام رکھ کر اس سے توبہ کرنی چاہیئے۔

---

[1] ثم اتموا الصیام الی اللیل اگر روزہ ایک منٹ بھی رات سے پہلے افطار کر دیا جائے تو روزہ نہ ہوگا۔ اسی طرح الی اللہ رفع کا یہ مطلب ہوگا کہ مسیح اُٹھایا جائے اور اللہ کے ساتھ ملا دیا جائے۔ یعنی خدا کے دہنے ہاتھ بٹھا دیا جائے۔

کیا شاعر ہونا نبوت کے منافی ہے

وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ سے استدلال کیا جاتا ہے کہ نبی شاعر نہیں ہوتا۔ حالانکہ یہ بالکل غلط ہے اسمیں تو صرف نبی کریمؐ کا ذکر ہے۔ معیار نبوت نہیں۔ نبوت کا معیار تو وہ ہو سکتا ہے جس پر ہر نبی پرکھا جائے یا پرکھا جا سکے۔ پس اگر اُمتی ہونا شرط نبوت ہے یا شاعری منافی نبوت ہے تو تمام انبیاء مسلمہ فریقین کو اس معیار سے دیکھنا چاہیئے۔ گو حضرت صاحب نے فرمایا ہے ؎ کچھ شعر و شاعری سے اپنا نہیں تعلق ٭ اس ڈھب سے کوئی سمجھے بس مدعا یہی ہے۔ لیکن جب وآتینا داؤد زبورًا اور دیگر تاریخی حالات سے ظاہر ہے۔ کہ انبیاء شاعر گذری ہیں تو پھر ہماری حضرت مسیح موعود پر اعتراض نہیں ہو سکتا۔ اور جو آیت پیش کی جاتی ہے وہ اول تو خصوصیت نبوی ہے۔ دوم شعر کے معنی کذب کے ہیں۔ دیکھو تاج العروس جلد ۳ صفحہ ۱-۳ و انما رموہ فان الشعر یعبر بہ عن الکذب والشاعر الکاذب حتی سموا الادلۃ الکاذبۃ الشعریہ۔ شعر سے مراد کذب شاعر بمعنی کاذب۔ ادلہ کاذبہ کو شعریہ کہا جاتا ہے

کیا نبی کے لئے اُمّی ہونا شرط ہے

بعض لوگ معیار صداقت انبیاء۔ و خصوصیات نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم میں فرق نہیں کر سکتے۔ مثلاً کہتے ہیں کہ اگر حضرت مرزا صاحبؑ نبی تھے تو وہ لکھے پڑھے کیوں تھے۔ حالانکہ حضرت محمد مصطفےٰ امی تھے کیسی حماقت کی بات ہے۔ یہ خصوصیت محمدی ہے نہ کہ معیار صداقت۔ ورنہ کئی انبیاء کی نبوت کا انکار کرنا پڑے گا مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرمایا۔ یعلمہ الکتب والحکمۃ والتورٰۃ والانجیل کہ اللہ تعالیٰ اسے لکھنا[1] سکھائے گا اور پختہ باتیں اور تورات و انجیل۔ چونکہ تورات و انجیل کا ذکر آگیا ہے اسلئے کتاب کے معنی کتابت مفسرین نے لکھے ہیں پھر حضرت سلیمانؑ کا خط اِذْهَبْ بِكِتٰبِيْ هٰذَا فَاَلْقِهْ اِلَيْهِمْ۔ یہ میرا نوشتہ لیجاؤ اور ان کے سامنے رکھ دو۔

---

[1] ابن کثیر نے کہا اس آیت میں اللہ نے پوری بشارت کو ذکر فرمایا ہے ظاہر یہ ہے کہ مراد کتاب سے اسجگہ کتابت ہے ترجمان القرآن ۴۳۲

مجدد الف ثانی کا مذہب
ختم نبوۃ کے بارہ میں

میں چند حوالے مکتوبات حضرت شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمۃ سے پیش کرتا ہوں جس سے معلوم ہوگا۔ کہ آپ کا مذہب ختم نبوۃ کے بارہ میں کیا تھا۔ مکتوب ۳۱ جلد اول میں لکھتے ہیں

"نبوۃ عبارت از قرب الٰہی است" پھر فرماتے ہیں۔ "پس از قرب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتحیات کمل تابعان را ہم نصیب بود و علوم و معارف و کمالات آں مقام بطریق وراثت نیز نصیب تابعان باشد مع خاص کند بندۂ مصلحت عام را + پس حصول کمالات نبوۃ مر تابعان را بطریق تبعیت و وراثت بعد از بعثت خاتم الرسل علیہ و علیٰ جمیع الانبیاء و الرسل الصلوٰۃ و التحیات منافی خاتمیتش نیست علیہ و علی الہ الصلوٰۃ والسلام فلا تکن من الممترین +

یعنی نبوت سے مراد ہے **قرب الٰہی** اور انبیاء کے قرب سے کامل پیروی کرنے والوں کو بھی حصہ ملتا ہے اور علوم و معارف اور کمالات اس مقام نبوت کے وراثت کے طور پر پیروی کرنے والوں کو ملتے ہیں۔ پس **کمالات نبوۃ کا حصول** بطریق تبعیت و وراثت پیروی کرنے والوں کے لیئے خاتم الرسل کی بعثت کے بعد خاتمیت کا منافی نہیں۔

یہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لکھا ہے چنانچہ حقیقۃ الوحی میں فرماتے ہیں

خدا تعالیٰ نے آنحضرتؐ کو صاحب خاتم بنایا یعنی آپ کو افاضۂ کمال کی مُہر دی جو کسی نبی کو ہرگز نہیں دی گئی اسی وجہ سے آپ کا نام خاتم النبیین ٹھہرا یعنی آپ کی پیروی کمالات نبوت بخشتی ہے اور آپ کی توجہ روحانی نبی تراش ہے۔ حقیقۃ الوحی صفحہ ۹۹۔

پھر حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کمالات نبوت کے حصول کے متعلق فرماتے ہیں۔

راہ نمائے کہ بکمالات نبوت موصل اند دو است راہے است کہ مربوط بظلی کمالات مفصلہ مقام ولایت است و منوط است بحصول تجلیات ظلیہ و معارف سکریہ

کہ مناسب مرتب ولایت است بعد از طی ایں کمالات وحصول ایں تجلیات
قدم در کمالات نبوت نہادہ مے آید۔
در راہ دیگر آنست کہ بے توسط حصول ایں کمالات ولایت وصول بہ کمالات
نبوت میسر میگردد۔ وایں راہ دوم شاہراہ است واقرب بوصول وہر کہ بکمالات
نبوت رسیدہ است الا ماشاء اللہ بایں رفتہ است از انبیاء کرام واز اصحاب
کرام ایشاں بہ تبعیت وراثت ایشاں علیہم وعلی اصحابہ الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ
کمالات نبوت پر پہنچنے کے دو رستے ہیں۔ ایک تو مقام ولایت کے کمالات مفصلہ طے کرکے
دوسرا بغیر توسط حصولِ کمالات ولایت۔ اور یہی دوسری شاہ راہ ہے۔ انبیاء کرام اور ان
کے اصحاب کرام سے بہ تبعیت وراثت جو مرتبہ نبوت پر فائز ہوا ہے اسی راہ سے
اسمیں ان لوگوں کا جواب ہے جو پوچھا کرتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب کس کے مرید تھے
یا کس سلسلہ میں تھے اور یہ کہ اپنے مریدوں کو کیا ورد وظیفہ سکھایا ہے یا انہیں نقشبندیہ
وغیرہ کی طرح توجہ کا طریق کیوں نہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ زمانہ نبوت ہے اسلئے
اس قسم کے مجاہدات کی ضرورت نہیں چنانچہ اسی مکتوب ۲۰۱ میں فرماتے ہیں۔ کہ

اے فرزند حصول کمالات نبوت مربوط بموہبت محض است ومنوط بمکرمت
باید دانست کہ حصول ایں موہبت در حق انبیاء بے توسط است ودر حق اصحاب
انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتحیات کہ بہ تبعیت وراثت بایں دولت مشرف
گشتہ اند بتوسط انبیاء است علیہم الصلوٰۃ ** ہر چند جائز است کہ
دیگرے را نیز بہ تبعیت وراثت بایں دولت مہتد سازند ؎

فیض روح القدس ارباز کرم فرماید دیگراں ہم بکنند آنچہ مسیحا میکرد

یعنی حصول کمالات نبوت موہبت الٰہی ہے۔ اور تبعیت سے بطور وراثت یہ کمالات
متبعان نبی کریم کو مل سکتے ہیں۔ اور بے شک یہ فیضان پنج اعوج میں کم ہو گیا مگر بقول
حضرت مجدد زمانہ امام مہدی قریب ہے اور پھر یہ فیض جاری ہو جائے گا۔ ارشاد ہوتا ہے
وتبع تابعین نیز ایں دولت بر سبیل قلت سرایت کردہ است بعد ازاں روبانتشار

آوردہ است وغلبہ کمالات ولایت ظلی جلوہ گر گشتہ اما امید است کہ بعد
از مضی الف ایں دولت از سر تازہ گردد وغلبہ وشیوع پیدا کند۔ وحضرت
مہدی علیہ الرضوان بظاہر وباطن مروج این نسبت علیہ باشند مکتوب ۲۶ جلد ۱
یعنی تبع تابعین کے زمانہ سے ہزار سال گزرنے کے بعد (تیرھویں صدی کے اختتام اور
چودھویں صدی کے ابتداء میں) یہ دولت از سر نو تازہ ہو جائیگی (کیونکہ زمانہ نبوۃ
آجائیگا) اور ظاہر و باطن بہ نسبت مروج ہو گی۔

کامل اتباع کا نتیجہ ہی یہ ہے کہ کمالات نبوت سے بہرۂ کامل حاصل ہو۔ فرماتے ہیں۔

چوں محض فضل خداوندی جل سلطانہ بتحقیقت شریعت منجلی گشت و باسلام
حقیقی میسر شد مستعد آں گشت کہ از کمالات نبوت بہ تبعیت وراثت انبیاء
علیہم الصلوٰۃ بہرہ تام یابد ونصیب وافر گیرد۔ مکتوب ۲۷۲ جلد اول۔

پس جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ رب العلمین کے بعد کمالات نبوۃ
بند ہو گئے ہیں وہ غلطی پر ہیں۔ ایسے وہ لوگ بھی غلطی پر ہیں جو سمجھتے ہیں کہ حضرت
مسیح موعود و مہدی مسعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پہلے اولیاء و صلحاء میں سے
کوئی منصب نبوۃ پر سرافراز ہوا ہے کیونکہ کمالات نبوۃ بدرجہ اتم و اکمل صرف ایک ہی وجود کو
ملے ہیں۔ حضرت مجدد الف ثانی لکھتے ہیں۔ کہ

جمعے از اولیاء در مقام ولایت کہ بشرف نزول مشرف گشتہ اند کمالاتیکہ
بمقام نزول تعلق داشتہ کمالات نبوۃ خیال کردہ اند۔ ورد سخلق را کہ مناسب
مقام دعوت است از خصائص مقام نبوۃ انگاشتہ ۔۔۔ ایں توجہ بخلق بحالت
ولایت غیر آں توجہ بخلق است کہ بہ نبوۃ مناسب است وایں دعوت غیر آں
دعوت ہست کہ از کمالات نبوۃ شمردہ اند۔ (مکتوب ۳۰۱ جلد اول)

اور مکتوب ۳۲ جلد اول میں تحریر کیا ہے۔ کہ

ایں نسبت از گزشت اصحاب کرام در حضرت مہدی علیہ السلام بروجہ اتم
ظہور خواہد یافت انشاء اللہ از مشائخ طبقات رحمہم اللہ سبحانہ کم کسے

ازیں مقام خبر دادہ است فکیف کہ از علوم و معارف آں سخن کردہ باشد
یعنی اصحاب کرام بھی اس نعمت عظمیٰ سے مشرف تھے۔ اور بروجہ اتم و اکمل بہ نسبت حضرت
مہدی علیہ السلام سے خاص ہے اور مشائخ طبقات سے تو کوئی بھی اس مرتبہ پر
نہیں پہنچا۔ اور کیونکر پہنچ سکتا جبکہ یہ نعمت (جمیع کمالات نبوت محمدیہ کا حامل ہونا)
ایک ہی وجود سے مختص تھی +

مولوی ثناء اللہ صاحب اڈیٹر اخبار اہلحدیث سے ایک سوال

سرگودہ میں مجھ میں اور مولوی ثناء اللہ صاحب میں مسئلہ نبوۃ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
پر مباحثہ ہوا اس بحث میں میں نے ابن ماجہ کی حدیث لو عاش لکان صدیقاً نبیاً پیش
کی اور ثابت کیا کہ آیت خاتم النبیین کے نزول کے بعد ابراہیم کے متعلق آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا کہ اگر یہ زندہ رہتا تو نبی ہوتا دلیل ہے اس بات کی کہ آپ
کے نزدیک یہ آیت مانع نبوۃ نہیں ورنہ یہ نہ فرماتے بلکہ یوں فرماتے کہ چونکہ یہ آیت
نازل ہو چکی ہے اسلئے میرا یہ بیٹا زندہ بھی رہتا تو نبی نہ ہوتا مولوی ثناء اللہ صاحب
اس استدلال کو توڑ نہ سکے تو کہدیا کہ یہ حدیث نہیں بلکہ ابن عباس کا قول ہے۔
اب میں اصل الفاظ ابن ماجہ سے نقل کر کے مولوی صاحب مذکور سے
پوچھتا ہوں کہ کیا اب بھی وہ اس بات پر قائم ہیں کہ یہ الفاظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
نہیں بلکہ ابن عباسؓ کے ہیں

حدثنا عبد العتد وس ابن محمد حدثنا داؤد بن شبیب الباهلی حدثنا ابراهیم
بن عثمان حدثنا الحکم بن عتیبة عن مقسم عن ابن عباس قال
لما مات ابراهیم ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلی رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقال ان له مرضعا فی الجنة ولو عاش
لکان صدیقا نبیا ولو عاش لعتقت اخوانه القبط وما استرق
قبطی۔ ابن ماجہ جلد اول ابواب الجنائز باب ماجاء فی الصلوۃ علی ابن رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم و ذکر وفاتہ +

سید محمد اسحٰق۔ قادیان۔

مرویات صحابہ مسیح موعود علیہ السلام

حدثنا السید محمد اسحٰق

روایت اول۔ حضرت مولوی غلام حسن صاحب مرحوم کا جنازہ جب لاہور سے قادیان میں آیا تو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس جنازہ کو کندھا دیا اور تیس چالیس قدم تک ساتھ گئے۔ کندھا دینے کی جگہ وہ ہے جہاں اب قبر تشحیذ ہے

روایت دوم۔ میر مہدی حسین صاحب کا لڑکا جو ڈھاب میں ڈوب کر فوت ہوا تھا اور بہشتی مقبرہ میں بعمر ۱۳ سال دفن کیا گیا۔ اسکا جنازہ مدرسہ احمدیہ کے صحن میں حضور نے مسیح کی نماز کے بعد پڑھایا اور گھر آکر حضرت ام المؤمنین سے ذکر کیا کہ میں نے نماز جنازہ میں لڑکے کے والدین کے صبر اور نعم البدل ملنے کے لئے بہت دعا کی ہے۔

روایت سوم۔ میں نے متعدد مرتبہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مغرب کی نماز گھر میں باجماعت عورتوں کو پڑھاتے دیکھا ہے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ حضرت اقدس عموماً بسم اللہ الرحمن الرحیم جہراً پڑھا کرتے تھے۔

روایت چہارم۔ مجھے خوب یاد ہے کہ سورۂ بقر کے آخر کی آیت ربنا لا تؤاخذنا ان نسینا او اخطأنا مغرب کی پہلی رکعت میں اور سورۂ یوسف سے قال لا تثریب علیکم الیوم اور اسکے آگے پیچھے کی کچھ آیتیں دوسری رکعت میں حضور عموماً پڑھا کرتے تھے۔

سلسلہ کا لٹریچر

میرا طریق ہے کہ سلسلہ میں جو بھی کتاب شائع ہوتی ہے اسکا ذکر رسالہ میں کر دیتا ہوں خواہ وہ بغرض ریویو پہنچے یا مفت پہنچے یا میں قیمتاً خریدوں تاکہ سلسلہ کے لٹریچر کی رفتار اور ترقی کا علم احباب کو ہوتا رہے۔

ہدایات زریں حضرت خلیفۃ المسیح نے احمدی مبلغین کو نہایت مفصل ہدایات تبلیغ و اشاعت کے لئے فرمائی تھیں وہ قلم بند کر لی گئیں اور بعد از نظر ثانی حضور میر قاسم علی صاحب اڈیٹر فاروق قادیان نے خوشخط اعلیٰ درجہ کے آرٹ پیپر پر

جیسی تقطیع چھپوائی ہیں۔ ۱۴۴ صفحے حجم بلا جلد ۱۰ مجلد عہ ہر ایک احمدی مبلغ ہے اسلئے سبکو یہ رسالہ منگوا کر اپنے پاس رکھنا چاہیئے۔

ایک آریہ کے چھ سوالونکے جواب } پروفیسر رام دیو سابق گورنر گوروکل نے ایک لیکچر میں اسلام پر کچھ اعتراض کئے تھے اسکے جواب میں شیخ محمد یوسف صاحب اڈیٹر نور نے انکو اپنا گھر دکھایا۔ کہ شیش محل میں بیٹھ کر دوسروں پر پتھر نہیں پھینکنا چاہیئے ۱۲ صفحہ کے رسالہ میں گزشتہ دس سال کا میٹریل جمع کر دیا ہے الزامی جواب مکمل ہے قیمت ۸ر

ست اپدیش } ہر احمدی کا فرض ہے کہ وہ سکھوں میں تبلیغ کرے اسکے لئے حضرت اقدس کی کتابوں کے بعد باوا نانک کا مذہب ایک جامع کتاب ہے ان دلائل و حوالوں پر جو اعتراضات کئے جا سکتے ہیں وہ سردار امر سنگھ صاحب اڈیٹر لائل گزٹ سے بڑھ کر کوئی کیا کر سکے گا یہ کتاب انھیں اعتراضوں کے جواب میں لکھی گئی ہے ۸۰ صفحہ قیمت بلا جلد ۱۲ر مجلد عہ شیخ صاحب نے نہایت برجستہ قلم برداشتہ جواب لکھا ہے اور اپنے دلائل کی پختگی واضح کی ہے +

خطبات محمود } منشی فخر الدین صاحب ملتانی مالک کتاب گھر نے حضرت فضل عمر کے خطبات چھپوانے شروع کئے ہیں۔ جلد اول میں جو آج میں نے ان کی دکان پر دیکھی ہے اگست ۱۳ء سے مئی ۱۴ء تک کے خطبات جمع ہیں ۱۴۰ صفحے حجم قیمت عہ

اشتہار اسرار حق } مؤلفہ محمد الیاس برنی ایم۔ اے۔ ایل ایل بی (علیگ) حیدر آباد دکن۔ آیات قرآنیہ۔ احادیث نبویہ۔ ارشادات صدیقین و اکابر دین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ ان سب کا نہایت جامع اور مربوط انتخاب۔ اور ان کے مقابل یورپ کے جدید سائنس و فلسفہ کی انتہائی تحقیقات کا لب لباب۔ خود بخود اسلام کی صداقت اظہر من الشمس ہو جاتی ہے۔ جدید سائنس و فلسفہ کا اقرار نارسائی اور احساس ایمان بالغیب۔ اسلام میں علم باطن۔ توحید اور اسکے مقامات احدیت کی رفعت اور عبدیت کی نزاکت۔ نبوت اور ولایت کے مراتب۔ کشف و کرامات کی ماہیت اور دیگر معارف متعلقہ۔ ایک ایک نظر میں اسلام کی روحانی تعظیم کا عجب نظام

دل نشین ہوتا ہے اور کچھ اندازہ ہوتا ہے کہ والذی جاء بالصدق وصدق بہ اولئک ھم المتقون ۵ لھم ما یشاؤن عندربھم ذلک جزاء المحسنین ۵ جن علوم کو اللہ جل شانہ صدق اور جنکے عالموں کو صادقین وصدیقین سے تعبیر فرمایا ہے اور جو اسلامی ادب میں بالعموم تصوف اور صوفی کہلاتے ہیں۔ انکی تحقیق اور تصدیق میں بعض لحاظ سے یہ اپنے طرز کی پہلی کتاب ہے۔ قابل دید ہے۔ حجم تقریباً ۴۰۰ صفحہ جلد پاکیزہ قیمت ۳ علاوہ محصول۔ ملنے کا پتا محمد الیاس برنی پروفیسر معاشیات جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن

تجرید بخاری اردو اصح الکتب بعد کلام اللہ تسلیم کی جاتی ہے۔ مگر امام بخاریؒ نے شہرت روایت کے ثبوت میں ہر مضمون کی کئی کئی نامکمل و ناتمام حدیثیں بھی درج کردی ہیں۔ پھر عن فلاں وعن فلاں کی ترتیب نے کتاب کو اور بھی طویل کردیا ہے جس سے اختلاف وقت اور پریشانی لازمی ہو جاتی ہے۔ الحمد للہ ۸۸۹ھ میں علامہ حسین بن مبارک زبیدی نے بکمال محنت بخاری کی تمام متصل مستند حدیثوں کو یکجا کرکے ان میں سے بھی ہر ایک مضمون کی صرف ایک ایک ایسی جامع اور حاوی حدیث انتخاب فرمائی کہ پھر کسی دوسری کی ضرورت نہ رہی چنانچہ علمائے عرب و شام نے اسکی سندیں عطا فرمائیں۔ اسی دریا بکوزہ عربی تجرید البخاری مطبوعہ مصر کا یہ سلیس اردو ترجمہ اعلیٰ ڈمئی کاغذ پر چھاپا گیا ہے۔ جو عاشقان کلام رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک بے بہا تحفہ ہے۔ کوئی مسلمان گھر اس سے خالی نہ رہنا چاہیئے۔ حجم سوا پانسو صفحے۔ کتاب مجلد قیمت پانچ روپیہ۔ محصول ڈاک ۸ر+ درخواستیں بہت جلد مولوی فیروز الدین اینڈ سنز پبلشرز لاہور متصل کٹڑہ دلی شاہ کے نام آنی چاہئیں +

خالص مومیائی جو بطور ایک نادر تحفہ کے ہمارے پاس ہے نہایت خالص اور اعلیٰ قسم۔ ایک روپیہ تولہ۔

مرہم عیسیٰ یہ مرہم ہر قسم کے زخموں جلدی بیماریوں پھوڑے پھنسیوں خنازیر۔ خارش۔ بواسیر کا علاج ہے ڈبیہ کلاں ایک روپیہ چار آنے

یہ رسالہ ہر مہینہ کی پانچ تاریخ کو قادیان سے نکلتا ہے

نئی چیز ہیلک نئی ایجاد

ڈاکٹر ایس کے برمن کے ریسرچ لائبریری کا طیار کردہ ہیلک ہر قسم کے گھاؤ۔ درد۔ ہاتھ موچ۔ گانٹھ۔ گلٹی۔ چھانئی۔ مہاسہ۔ چکتہ۔ ہاتھ پیروں کا پھٹنا۔ روکھاپن۔ بواسیر۔ آگ سے جلے ہوئے گھاؤ۔ جلن۔ چوٹ کی وجہ سے درد یا خون کا بہنا وغیرہ وغیرہ کے لیئے حکمی دوا ہے۔ چوہے۔ بلی۔ مکڑی۔ برنی۔ بچھو وغیرہ کے کاٹی ہوئی جگہ سے زہر دور کرنیکے لیئے ہیلک ایک شرطیہ دوا ہے۔ فٹ بول۔ کرکیٹ۔ جمناسٹک کھلاڑیوں کے لیئے ہیلک روزانہ استعمال کی چیز ہے اسکے لگانے سے کسی قسم کی جلن وغیرہ نہیں ہوتی۔ فی زمانہ اس قسم کی تمام دوائیوں کے تجربہ کرنے پر ہیلک سب سے مفید ثابت ہوئی ہے۔ ہر گھر گرہست کو ہیلک کی ایک ڈبیہ ضرور رکھنا چاہیئے قیمت فی ڈبیہ ۱۰ر محصول ڈاک ۶ر

منہرا منہرا منہرا

اپنی خوشبو سے لوگوں کو متوالہ بنا دیتا ہے

یوں تو خوشبو ہر پرسنٹ میں ہوتی ہے مگر اسکی بھینی بھینی خوشبو مفرح پائدار تازہ کھلے ہوئے پھولوں کی سی ہے منہرا میں ایک خاص بات یہ ہے کہ اسکی خوشبو پائداری کے ساتھ دور تک پھیلتی ہے اور چار پانچ روز تک قائم رہتی ہے خوشبو کے شوقین لوگوں کو اس کا ایک بار امتحان کرنا چاہیئے۔

قیمت فی شیشی ۱ر محصول ڈاک ۱۰ر

ڈاکٹر ایس کے برمن پوسٹ بکس نمبر ۵۵۴ کلکتہ